

پیشتر

یہ رہی مونا لیزا کی نواسی۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ
وادی والی مونا لیزا کی نواسی ہے لیکن حقیقت کیا تھی یہ آپ کو مران
جانتے گا۔ وہ بہت کمزور کی لہجہ پر گوشت لاشکر ہے۔ افریقی کا ناول تھا اس
یہ فریدی ہی کے انداز میں پیش کیا گیا۔

ادھر کہ دونوں سے پھر یہ فرمائش بہت زور شور سے کی جا رہی تھی کہ فریدی
اور مران کو کچا کر دیا جائے۔ اس کے لیے ہی مناسب ہو گا کہ آپ خود ہی نہیں
کچا کر کے اپنے طور پر کھائیاں گھڑتے رہیں میں نے کیا کیا خود شکاری جہاز پر
جہاز لگا۔ دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف نہ ہو سکے گا۔
چونکہ مجھے دونوں ہی عزیز ہیں اس لیے میرے ہی اہل قول ان کی نئی پلید
کرائے سے گریز کیجئے! اگر آپ پلید شدہ "مٹی" ہی دیکھنا چاہتے ہیں تو
دوسروں کے ناول پڑھ لیجئے! لیکن سے لے کر اس وقت تک کی
"پلید شدہ" مٹی آپ کے ہاتھ آجائے گی۔

رہی کچھ نئے کردار تخلیق کرنے کی بات تو اس کی کوشش برابر جاری
رہتی ہے۔ اس بار حثت تیرا اس کی واضح مثال ہے۔ آہستہ آہستہ اُبھر کر آپ
کے سامنے آئے گا۔

طرح طرح کی فرمائشات آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
فتح خزانہ برگر مران کے پاس پہنچ جائے اور وہ اسے بھی بھرتی کر لے اپنی فوج
میں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح بھی اس پر کاما وہ ہو جائے گا یا نہیں۔ وہ
قریباً مکمل تاریک القزبان ہو گیا ہے۔ صرف بڑھتا نکھتا رہتا ہے جو سنکا ہے
کبھی کسی بہت بڑے عالم یا فلسفی کی حیثیت سے دوبارہ منظرِ شہور پر

اس ناول کے نام مقام کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں



پہلا حصہ، مونا لیزا کی نواسی

دوسرا حصہ، نوری ٹکڑا

پیشتر . . . سلاطین

پرسٹر . . . تاج دیتے لاجور

نیرا حتم . . . کتابت دنیا - لاہور

جلوہ گر ہو۔ اس لیے اُسے عران کے پاس نہ بھجوائے تو بہتر ہوگا۔ عران صاحب کا ایک شیک... اگر انہوں نے اُسے بچا دے تو کبھی سیمان اور گرانٹ کے ساتھ باورچی خانے میں ٹھوس دیا تو کیا ہوگا۔

ایک صاحب اس پر براؤنڈ ختہ ہیں کہ انہیں دہشت گرد، قلعی پسند نہیں آتی، لیکن مجھے بہت سارے مخالف یکا ہے۔ پیار سے بھائی... آپ شاید صرف ڈزن ڈزن پسند کرتے ہیں یا صرف سائینس فکشن کے رسیا ہیں۔ لیکن مجھے تو اپنے ہر قسم کے پڑھنے والوں کو مطمئن کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر کتاب آپ کی پسند کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود بھی میرا دعویٰ ہے کہ آپ میری ہر کتاب پڑھتے رہیں گے، خواہ آپ کو کم پسند آئے یا زیادہ پسند آئے... آخر کوئی بات تو ہے... ورنہ کبھی کانٹا بیوں کی گود میں جاسا ہوتا۔ کچھ فرمائشات اس سلسلے میں بھی آئی ہیں کہ عران بھی کی طرف فریدی اور عید کے بلکہ کے سلسلہ دار ناول لکھوں، میں خود بھی کبھی سوچ رہا تھا۔ جیسے ہی کوئی ڈھنگ کا پلاٹ اُن کے شایان شان سمجھ گیا، یہ فرمائش بھی پوری کر دی جائے گی۔

اس بار ایک نیتے نے شکوہ کیا ہے کہ میں بچوں کے لیے کچھ نہیں لکھتا۔ جبکہ دوسرے عران اور فریدی کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھ رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ اگر میں نے ان کرداروں کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھیں تو بچوں میں دھوم مچ جائے گی۔

نئے خیال: میری حاف توجہ کا شکریہ... بشرط فرصت آپ کی فرمائش بھی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر خود نہ کر سکا تو اپنی نگرانی میں کسی ذہین آدمی سے لکھوائے گی کوشش کروں گا۔

والسلام

اپنے صفحے

۱۹
۲۰

دونوں لڑکیوں نے اپنی دانست میں اُسے بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ بار بار اس طرح اپنی گاڑی اُس کی گاڑی کے قریب کر دیتیں۔ جیسے سائیڈ مارنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنی گاڑی بچانے کی کوشش کرتا... کبھی کبھی کسی خوفزدہ بچے کے سے انداز میں چیخ بھی پڑتا اور لڑکیاں زور زور سے ہنسنے لگاتیں۔

اس سنسنی ماعون پر میری دیر سے یہ کھیل جاری تھا... ڈرامہ کر کے والی لڑکی عقب نما آئیے میں اگر کوئی گاڑی دیکھتی تو رفتار کم کر کے اُسے نکل جانے کا موقع دیتی۔ اتنی دیر میں اُس گاڑی کا فاصلہ کسی قدر بڑھ جاتا جس کے ڈرامہ گر کو وہ حراساں کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی... پھر گڑبڑ لگ کر ایکسپریز پر باؤ ڈالتی اور اسے ہالٹیں اور وہ بچاڑا بالکل رو دینے کی سی شکل بنا کر رہ جاتا۔

امریکی دہشت کی یہ خطا محاسن دہی لڑکیاں، چست ترین تیکنوں اور قیصوں میں ملتے جلتے۔ ڈرامہ کرنے والی لڑکی کو شاید اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ اُس کی گاڑی کی سائیڈ دوسری گاڑی سے رگڑ کھا کر بد نما ہو جائے گی۔

”میرا خیال ہے کہ ڈرامہ سی دیو میں یہ روٹا ٹھونڈ کر دے گا۔“ ڈرامہ گر نے والی ہنس کر بولی۔

”میری جان تو بل رہی ہے،“ دوسری بولی۔

”کیوں جانی میں؟“

”آتا ہنڈ تھم ہے لیکن چہرے پر کیسی حماقت طاری ہے! ذرا تصور کرو اگر اسمارٹ

بھی ہوتا تو کیسا لگتا۔“

” واقعی اتنے دلکش چہرے پر چھائی ہوئی جو قوتی گردن گذرتی ہے!“

” بس تو پھر ہادی دو گھر نہ چپے گا نہ جان چوسے گا!“

” لیکن میرا خیال ہے کہ اُسے روکا جائے۔“

” ہائیں۔ روک کر کیا کر دیگی۔“

” دیکھیں۔ یوں کس طرح ہے۔“

” کیا مطلب۔“

” حق اور حقائق تو دوسری سے نظر آجائے والی چیزیں ہیں!... لیکن اندر سے کیا چیز ہے۔ یہی معلوم ہونا چاہیئے۔“

” تو کیا تم کی دونوں سے اس کے چپے ہو۔“

” نہیں صرف ایک سے۔ کل میں نے اُسے دیا تو میں دیکھا تھا۔ اپنی میز پر بیٹھا تھا۔ دیر لے لے اس کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور وہ سلام کا جواب دے کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے نہ صرف مصافحہ کیا بلکہ شاید سانسے والی گرمی پر میٹھی کی بھی استغما کر ڈالی۔ دیر ہو تو ان کی طرف اُس کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔ پھر چانگ ایسا لگا جیسے اُسے اپنی اس ہیقت کا احساس ہو گیا ہو۔ شرمندہ سا ہنر کر بیٹھ گیا۔“

” بس تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ اندر سے کیا چیز ہوگا۔ روکنے اور غفلت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

” بس دل چاہتا ہے۔ ارے... یہ کیا کر رہا ہے... اس نے تو روک ہی چھوڑ دی۔“

” وہ میدان میں گاڑی اتارنے لگا۔“

” یہ تو بہت اچھا ہوا... اب میں اسے لٹکنے پر مجبور کر دوں گی۔“

” اُوہ۔ یہ کون ہیں۔“ وہ بڑبڑائی۔

” دوسری لڑکی بھی عقب نمائی کے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔“

” کہیں... دی نہ ہو۔“

” دو کون۔“ وہ ڈرائیو کرنے والی نے پر تشویش لہجے میں پوچھا!

” تین چار دن ہوتے تھے اس سڑک پر ایک موٹر سائیکل سوار کو بھی تو پریشان کیا تھا۔“

” اس وقت تو چار معلوم ہوتے ہیں!... اگر وہی اپنے ساتھیوں سمیت اُس دن کا انتقام لینے نکلا ہے تو آج ایک آدھ کی جمان جائے گی۔ دل مضبوط رکھنا۔“

” کیا کر دیگی۔“

” مگر...! اُس کے لیے میں سفاکی تھی۔“

” دوسری کے چہرے پر براہمی کے آثار دکھائی دیے۔ لیکن کچھ کہنے کی بجائے اُس نے سختی سے ہونٹ پیچھ پیچھے کیے۔“

” دونوں کی توجہ اگلی گاڑی والے سے ہو تو اُس کی طرف سے ہٹ کر دوسری طرف اُن چاروں پر مرکوز ہو گئی تھی۔ وہ گاڑی کی دونوں اطراف سے بائیں ریڈیو اینڈ نیوں کے سے انداز میں چلتے ہوئے آگے نکلے چلے گئے۔ اور کچھ دور جا کر موٹر سائیکل پھر بیٹھیں۔ ان چاروں نے ڈرائیو کرنے والی کو کسی قدر زبردستی کر دیا تھا۔ اُس نے پورے پر یک دم اُسے اور دوسری لڑکی کا سر ڈش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے پھینک دیا۔“

” ایک ایک ڈرائیو کرنے والی کو غصہ آگیا... اور وہ انہیں کچھ دور جا کر پیٹنے دیکھتی رہی۔“

” درمیان جانب والی موٹر سائیکل کو دھیان میں رکھ کر ایک پیریز پر دو باؤڈاں اور اُس پر چڑھ چلی گئی۔“

” سائیکل سوار نے شاید پہلے ہی سے اندازہ کر لیا تھا۔ بڑی صفائی سے پیچ کر نکل گیا۔“

” بائیں جانب والی موٹر سائیکل گاڑی کے قریب سے گذرنے لگی تو کچھ پیٹنے ہوئے لڑکے نے دوسری لڑکی کے بال پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

” وہ زور سے جی اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔“

ساتھ کی چیز نے ایک بار پھر اسے زور سے کہہ دیا اور اس نے پورے بریک لگائے تھے۔

”نکل چلو... نکل چلو۔“ دوسری لڑکی باپتی ہوئی بولی۔

”تم جیسی کیوں تھیں۔“

”میرے بال کھینچتے تھے حرام زادے نے۔“

موٹر سائیکل پھر بیٹ آئیں... لڑکی نے چونک کر ایکسپریس پر دوپہا ڈالا اور گاڑی خنبت کر کے آگے بڑھی۔ موٹر سائیکل اس کی دونوں جانب پس رہی تھیں اور لڑکے گاڑی روکنے کو کہہ رہے تھے۔ لڑکی مڑھ کر نکل جانا چاہتی تھی لیکن جیسے ہی اس نے گاڑی کو سڑک کی جانب موڑنا چاہا۔ اتنی آوی کی گاڑی تیر کی طرح سیدھی اس کی جانب آئی دکھائی دی۔ اگر وہ بڑی پھرت سے بریک نہ لگاتی تو ٹکر لڑھکتی قتل دونوں گاڑیاں ایک منٹ کے فاصلے پر بڑی تھیں!

موٹر سائیکل بھی لڑک گئیں اور چاروں لڑکے کو دو کو لڑکی کی کار کی طرف پیچھے ”عشرھاؤ... یہ کیا بیہودگی ہے!“ اتنی کی گاڑی سے آواز آئی ساتھ ہی وہ دروازہ کھول کر بیٹے آکر آئے۔

ان میں سے دو گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے اور دو اتنی کے سامنے قح کو کھڑے ہو گئے۔

”و معزز خاتون کو چھوڑتے ہوئے شرم نہیں آتی۔“ اتنی نے کہا۔

”بھاگ جاؤ۔“ ایک لڑکا ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ورنہ جان سے ملو دی گے۔“

اُدھر ان دونوں نے لڑکیوں کو گاڑی سے باہر نکلنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ وہ چیخ مری تھیں اور انہیں گایاں دے رہی تھیں۔

اتنی نے ان دونوں کو جھکائی دے کر لڑکیوں کی گاڑی کی طرف چھلانگ لگان اور دائیں جانب وائے لڑکے کی گردن پر ایک چٹا ملا ہوا ڈھیر سیدھا۔

اسس کا چہرہ گلابی سے ٹھنڈا اور لڑکی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ دوسری چھلانگ اتنی کو گاڑی کی چھت پر سے گئی اور وہ اس پر سے پھسٹا ہوا۔ بائیں جانب وائے لڑکے پر جا کر۔ لڑکے نے پیٹ کر جھل کر نا چاہا۔ لیکن اتنی کی گرفت اتنی کر دہنیں تھی۔ اُدھر لڑکے کی قوت آزمائی نے اس کے لیے یہ آسانی پیدا کر دی کہ وہ تین چار بار اس کا سر گاڑی کی سائیڈ سے ٹکرا دیا۔ لڑکے کی قوتِ مدافعت ختم ہو گئی اور وہ بھی پیٹ سے زمین پر آ گیا۔

اتنے میں بغیر دونوں لڑکے ایک دقت اتنی پر ٹوٹ پڑے۔ ایک کے ہاتھ میں بے پیل والا چاقو تھا۔ اور اتنی کی نظروں سے پوشیدہ بھی نہیں تھا کیونکہ دونوں گاڑیوں کے بریکس روشن تھے۔ اور اس بائیں کی ہر چیز نظر آ رہی تھی...

ذرا سا بھی چونکا تو چاقو کا پیل شانے میں آکر نا چلا جاتا تیزی سے زمین پر گر اور رو کھٹا چلا گیا۔

چاقو سے اس پر چھلانگ لگادی تھی اور مڑکے میں زمین پر چلا آیا تھا۔ پھر اتنی کی جوابی چھلانگ نے اسے دوبارہ اٹھنے نہ دیا۔ چاقو جو اپنے دونوں ساتھیوں کا مشترکہ کچھ چھانٹا۔ تیسرے کو بھی اس کی گرفت میں دیکھ کر بھاگ کر ہٹا ہوا۔ ایک مڑھانہ نکل اشارت کی اور نکلا چلا گیا۔

وہ دونوں گلابی سے آتے آئیں... اتنی اپنے پیچھے دے ہوئے لڑکے کو ہلا کر روٹھا۔ ”او... بھائی صاحب... یہ کیا ہوئی تھیں...“ اُدھر اُدھر... او بھائی صاحب...

بے ہوش رہے۔ یہ کیا ہو گیا۔“

دفعہ ایک لڑکی اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔ یہ کیا کرتے تھے۔ بھاگو ہاں سے۔“

”سنگ... کیا؟“ وہ خوفزدہ انداز میں پچھل پڑا اور بولا۔ ”میں نہیں جانتا انہیں کیا ہو گیا ہے...“ اٹھتے ہی تھیں۔ اب کیا ہو گا۔“

”میں کبھی ہوں بھاگو ہاں سے!“

”کلب... کلب... کہاں...“ وہ آگے پیچھے جھونتا ہوا بلا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر بیہوشی خادہ ہو رہی ہو۔
 پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی تڑپے گا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔
 ”لو... اور مصیبت آئی!“ لڑکی بولی ”ایک بھاگ گیا۔ جو سکتا ہے اپنے اور ساتھیوں کو بلائے گیا ہو۔“
 ”ہم تو کل ہی چلیں۔ جلدی کرو...“ دوسری لڑکی بولی۔
 ”یہ ناممکن ہے!“ ڈرامہ کرنے والی لڑکی بولی۔ ”میں اسے یہاں اس حال میں نہیں چھوڑ سکتی۔ اگر یہ مدد کو نہ آتا تو ہم کہاں ہوتے۔“
 ”بیوقوفی کی باتیں نہ کرو۔ بھاگو“ دوسری لڑکی نے بوکھلائے ہوئے لمبے میں کہا۔
 لیکن وہ اس کی طرف دھیان نہ دیتی ہوئی بولی ”پتے شاہین کی طرح چھینا اور آن واحد میں تین کو ڈھیر کر دیا۔ پھر کسی گیدڑ کی طرح ڈر کے مارے خود بھی بیہوش ہو گیا آخر یہ کیا چیز۔“
 ”ہو گا کوئی چیز جس میں کچھ ہوں بھاگو۔ کیا تم بھی پاگل ہو گئی۔“
 ”جو کہہ رہی ہوں کرو۔۔۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالیں۔“
 ”یہ ڈھائی من کی لاش اٹھنے کی ہم سے۔“
 ”کوٹش کرتے ہیں۔۔۔ بھرو... بھنوں میں ملو تو دے کر گھسیٹ لے چلیں۔۔۔ بدقت تمام آئے وہ گاڑی کی پہلی سیٹ پر ڈال سکی تھیں۔“
 ”اب تم اس کی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ۔“ اس نے دوسری لڑکی سے کہا۔
 ”لیکن اسے کہاں جھانگی!“
 ”اپنے گھر۔“
 نکال جانا تو گھر سے... تمہارے دادا جان بہت چڑچڑے ہیں!“
 ”میرے علاوہ آج کل اور کوئی ہے ہی نہیں گھر پر!“

”کہاں میں۔“
 ”عقول آباد گئے ہیں۔ ایک عزیز کی شادی میں شرکت کرنے۔ ایک ہفتہ سے قبل واپسی نہیں ہوگی۔“
 ”اور جولاڑیوں نے بتا دیا۔“
 ”یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔ ”جو جاؤ بیٹھو اس کی گاڑی میں اور پیچھے بٹھے آؤ۔“
 ”وہ گاڑی کی طرف بڑھی اور پھر بیٹ آئی۔
 ”کیوں۔ کیا بات ہے۔“ لڑکی نے پوچھا۔
 ”یہ یہاں کا نہیں معلوم ہوتا۔“
 ”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے۔“
 ”گاڑی کار خیر پیش فرم دیکھو۔۔۔“
 ”ارستہ ہاں...“ خیر ہو گا۔ جلدی کرو۔“ اس نے کہا اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے سرسک پر چڑھیں۔ آخر حق پہل سیٹ پر بے صدھو چڑھا ہوا تھا اور وہ اسے عقب لٹا آئینے میں دیکھتے جا رہی تھی۔ اب اسے اس کے جسے یہ حماقت مابائی کی بجائے بچوں کی ہی مصیبت نظر آئی۔ (وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچتی رہی۔ اس نے حیرت انگیز پھرتی سے اُن جاہلوں پر جھلکا تھا۔ تین ڈھیر ہو گئے تھے اور چوتھے کو اس میں عاقبت نظر آئی تھی کہ گروم دبا کر بھاگ جاتا... لیکن پھر وہ اپنی اس کارکردگی سے اس درجہ خائف ہوا کہ بیہوش ہی ہو گیا۔ گویا حقیقت ”وہ ایک بزدل آدمی تھا اور اس کا وہ حیرت انگیز حملہ معض ایک اضطراری فعل کی حیثیت رکھتا تھا کہ بھی ہراس دیتا وہ دونوں اس کی دہرے پر پڑ گئی تھیں۔ ورنہ وہ لڑکے بتا نہیں اُن سے کس طرح پیش آتے۔ وہ جیتنا ایک اچھا آدمی ہے ورنہ ایسوں کی مدد کو کیوں آتا جن

کے ماتحت خود بھی پریشان ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک بڑی عمارت کے وسیع پکھاؤ میں داخل ہونے پر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے پورچ جاڑی بنیں۔

الحق آب بھی پہلی ہی کسی حالت میں کھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جن ملازموں کی مدد سے اسے عمارت کے اندر پہنچا گیا، اور ایک آرام دہ بستر پر ڈال گیا۔۔۔ اب دونوں ہی کو فکر حق کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ملازموں کے جانتے ہی انہوں نے اس کی حاضرت لاشی یعنی شروع کی۔۔۔ پرس میں ساڑھے تین ہزار روپے موجود تھے۔ پھر شافی کارڈ ملے گا۔۔۔

”علی وان نام ہے۔“ لڑکی طویل سانس نے کہی، ”دارالمرکز میں رہتے ہیں؟“
”گاڑی کار بصریش نمبر بھی دیں گا ہے؟“ دوسری لڑکی نے کہا۔ ”مجھ میں نہیں آتا کہ اس کے اساتذہ ہاوانے اسے تنہا کسے کیوں نکلے دیا؟“

”ڈاکٹر کو بھی نہیں پایا جاسکتا؟“ اس نے پر تشویش بے میں کہا۔
”کیوں؟“

”حالات ایسے نہیں ہیں! جو کہتے ہیں ان میں سے کوئی مر ہی چکا ہو۔“

”نہیں؟“ دوسری لڑکی کے چہرے پر ہوا مٹیاں اڑنے لگیں۔۔۔

”اور دیکھو! یہ بات ہمیں ختم ہو گئی ہے۔ تم اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کرو۔“
”سوالات ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔۔ لیکن یہ ہوش میں کیسے آئے گا۔۔۔“

”یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔“

”مشرقیہ مکتبہ سے پانی کے کھینچے بھی تو دیتے ہیں شاید؟“

”اوہ۔۔۔ کچھ تو یاد ہی نہیں آیا۔“ اس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

دوسری لڑکی کو کھینچ کر بستر کے قریب بیٹھ کر ہی سمجھا رہی تھی کہ الحق نے کوئی ل۔

لیکن انہیں نہیں کھولیں۔!

وہ گلاس میں پانی لیے ہوئے واپس آئی اور جوتے اس کے سر پر چھیننے مارنے لگی۔ الحق جھجھکیا اور اس طرح ناگہان چلائے گا جیسے دوڑ لگا رہا ہو۔ پھر انہیں بند کرنے کی کتنی چٹھا۔۔۔ بارش۔۔۔ پھرتی۔۔۔ سیما کے پیچھے۔۔۔

”بارش نہیں جو رہی؟“ لڑکی نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔

وہ ہڑا کر اٹھ بیٹھا اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”م۔۔۔ تم۔۔۔ میں۔۔۔ کہاں ہوں۔۔۔ آپ کون ہیں؟“ بدقت بولا۔۔۔ چہرے پر ایسی ہی تاثر تھا جیسے آب اٹھ کر بھاگے گا۔

”تھراؤ نہیں سب ٹھیک ہے۔“ لیٹ جاؤ۔۔۔ لڑکی بولی! ”میرا نام شل ہے۔۔۔ اور یہ فوریہ ہے!“

”ب۔۔۔ بڑی خوش ہوئی۔“ اس نے کہا اور کراہتا ہوا لیٹ گیا۔ انہیں ہلکے

لیں۔ پھر ایک ایک اچھل پڑا۔ اور دو کھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ ”م۔۔۔ میں۔۔۔ کچھ نہیں جانتا۔۔۔ پیسہ۔۔۔ کیا آپ لوگ مجھے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ انہیں کیا ہو گیا تھا۔ اسے باپ سے۔۔۔ اب کیا ہو گا۔!“

”کچھ بھی نہ ہو گا۔ بات دیں ختم ہو گئی تھی۔ آپ اس وقت میرے گھر میں ہیں اور آپ کی گاڑی پورچ میں کھڑی ہوئی ہے۔“ شل نے کہا۔

”عل۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں۔۔۔ بھگے کیا ہوا تھا۔“

”آپ میوش ہو گئے تھے۔“

”لگ۔۔۔ کیوں؟“

”اس کے بارے میں آپ ہی جانتے ہوں گے۔ ہم کیا بتائیں۔!“

”وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ تم۔۔۔ میری آنکھ میں نہیں آتا۔“

”مجھ میں نہیں آتا تو بھول جلیں۔!“

”لگ۔۔۔ کسی کو سنا تو نہیں ہو جائے گا۔“

” ہرگز نہیں۔ ہم بھی قمر لٹتے تھے اس معاملے میں ہماری زبانوں سے کیسے نکلے گا؟“

”وہ کچھ نہ بولا۔ خوفزدہ لے چہرے پر چھال ہوئی حماقت میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔ کچھ کھا میں پیش کے آپ بانشل نے پوچھا۔“

”جی نہیں شکریہ۔“

”آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔۔۔؟“

”علی عمران۔ ایم۔ ایس سی۔ ڈی ایس سی آکسن۔“

”بہت خوب!“ شلی ہنس پڑی۔۔۔ اور اس نے مجھ کو اس کا ساتھ دیا۔“

”آپ کیوں بیٹھے!“ فزینہ نے پوچھا!

”نہ ڈگری کام آ رہی ہے اور نہ ڈاکٹر بیٹ۔۔۔!“

”دیکھا مطلب۔!“

”پیارے کی آڑ بہت کرتا ہوں۔۔۔!“ وہ اُٹھ کر بیٹھا ہوا بولا۔

”کمال ہے! ڈگری اور ڈاکٹر بیٹ گورا سپورس تو نہیں ہے!“

”جی نہیں۔ آکسورڈ کی ہے!“ وہ بڑی سادگی سے بولا۔

”یہاں کیوں آئے تھے!“

”پیارے کی تلاش میں۔ دو ہزار ارب۔۔۔ ملٹی ایسٹ مجبوراً ہے!“

”بڑا کاروبار معلوم ہوتا ہے۔۔۔!“

”بھینسوں کی فادرنگ بھی کرتا ہوں!“

”وہ کیسے ہوتی ہے۔!“

”بس ہوجاتی ہے۔۔۔ بہت سیدھی ہوتی ہیں بھینسیں۔۔۔ فادرنگ کرائیتی

ہیں! والد صاحب پورے فادرنگ کرتے ہیں۔ دن بھر ٹریاں انہیں دلاتی

رہتی ہیں۔ بھینس بیچاری تو جہاں بیچ دے گی۔ بیچے گی۔“

”وہ دونوں ایک دوسری کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی۔ پھر شلی نے پوچھا! تو آپ ہماری مدد کو کیوں دوڑے آئے تھے جبکہ تم آپ کو بھی پھینٹتی رہی تھیں!“

”چاہئیں کیوں؟۔۔۔ میں نہیں جانتا۔۔۔ لیکن جب کوئی مرد کسی عورت کو پھینٹتا ہے تو مجھے بے حد غصہ آتا ہے۔“

”ہمارے پھینٹنے پر غصہ نہیں آتا تھا۔!“

”اچھا لگ رہا تھا۔“ وہ سر جھکا کر آہستہ سے شریلے لہجے میں بولا۔

”ان دونوں نے حیرت سے ایک دوسری کی طرف دیکھا۔ پھر شلی نے فزینہ کی آنکھ

ماری اور آہستہ سے بولی: ”تب تو تم مجھے اولی درجے کے بدعاش معلوم ہوتے ہو۔“

”جی۔!“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر غصہ چہرہ شریلے ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا

تھا جیسے غصہ آگیا ہو۔

”تم۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں بدعاش نہیں ہوں۔۔۔ بلکہ فطرت کے تریب

ہوں۔!“ اس نے کہا۔

”وہ کس طرح؟“

”مرد عورت کو چھو جاتا ہے تو یہ ایک غیر فطری حرکت ہوتی ہے!“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی! اس کے حق میں کوئی دلیل۔!“

”دلیل یہ ہے کہ تم ان دونوں کے پھینٹنے سے نفوس بھی برباد اور انہیں غصہ بھی

آیا۔ اگر وہ فطری حرکت ہوتی تو تم اس سے غلط نہ ہوتی ہوئی۔“

”شلی خاموش سے اسے دیکھتی رہی اور وہ چند لمحوں خاموش رہ کر بولا! اس کے

برخلاف آپ مجھے پھینچ رہی تھیں تو یہ مردہ آ رہا تھا۔۔۔ اس لیے کہ وہ میں فطرت

کے مطابق تھا۔“

”تم تو کہہ رہی تھیں کہ یہ سیدھی عورت معلوم ہوتے ہیں!“ فزینہ نے شلی سے کہا

اور بیٹھے لگی۔

"کیا۔۔۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوتا جو ابولا۔۔۔ میرے بیوقوف کہہ رہی تھیں۔"

"جو۔۔۔ بولتی کیوں نہیں!۔۔۔ تو نے یہ پھر قہقہہ لگایا۔"

شلی کچھ نہ بولی۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی

"میری بد فہمی نے پر دیں میں بھی بچا نہ چھوڑا۔۔۔ دفعہ آدھ دنا سا ہو کر بولا۔
اپنے شہر میں تو شکاری رہتا تھا ایسی باتیں؟"

"اُدھ دسے نہیں۔ یہ تو تو نے ہی مذاق کر رہی تھی۔"

"نہیں اس بجے کچھ کچھ یقین سا ہو چلا ہے۔"

"کس بات کا۔"

"اسی بات کا کہ میں واقعی بیوقوف ہوں۔"

"اسی کوئی بات نہیں ہے۔ دل چھوٹا نہ کر دیو بیٹھ جاؤ۔"

وہ مختصر سی بات نے کوہنہ سر پہ بیٹھ گیا! کچھ دیر بعد شلی نے کہا: "بات دراصل یہ ہے کہ تم نے یہ بات کسی قدر فلسفیانہ انداز میں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کبک۔۔۔ کوئی سی بات۔۔۔"

"یہی کہ اگر چیدہ چھاؤ حرکت کی طرف سے ہر تو نظری کہہ نہ گی؟"

"غلطی ہوئی۔ معافی چاہتا ہوں۔۔۔ اب اجبازت دیجئے۔"

"کہاں قیام ہے۔"

"وہی تو گاڑی کی سی ہے۔ سیدھا چلا کر دھاکا کر یہ واقعہ پیش آیا؟"

"اس واقعے کو قبول جاؤ۔"

"میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں!۔"

"کوئی مصیبت نہیں ہے! یقین کسی نے دیکھا تو نہیں۔۔۔"

"اس سے کیا ہو گا!۔۔۔ جو میں کو میری انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے؟"

"کہاں مل جائیں گے؟"

"ان کی کپٹوں پر۔"

دونوں نے بیک وقت قہقہہ لگایا اور وہ ہر نقول کی طرح ان کی شکلیں نکلتا رہا۔ آخر شلی نے خود پر قابو پا کر کہا: "تمہیں تو یہ پتا نہیں کہ کہاں سے انگلیوں کے نشانات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور کہاں سے نہیں! انگلیوں کے نشانات صرف غصوں اور سخت سیخ والی چیزوں سے اٹھاتے جاسکتے ہیں۔ اگر میں تمہارے گال پر پریچی لوں تو تمہارے گال پر میری انگلیوں کے نشانات کا سراغ نہیں ملے گا۔"

"تب تو بڑی اچھی بات ہے!۔۔۔ وہ خوش ہو کر بولا: "اب بجے جھاگ لیتا چاہئے۔"

"کہاں جھاؤ گے۔"

"واپس اپنے شہر۔"

"پھر پناز کا کیا ہو گا۔"

"پیاز کتنے بے جھانسی پر تو نہیں چڑھ سکتا۔"

"مزدوری نہیں کہ ان میں سے کوئی مر بھی گیا ہو۔"

"تو مجھ وہ بول کیوں نہیں رہے تھے!۔۔۔ اُس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔"

"تم نے ہی تو بونا بند کر دیا تھا۔"

"جب بہت زیادہ غصہ آتا ہے تو میں بیوش ہو جاتا ہوں۔۔۔ والد صاحب کا

ایک ناچار مٹھن مجھے بھی کبھی بے ہوش کر دیا کرتا ہے۔"

"مٹھن۔۔۔ بھلا وہ کیسے۔۔۔"

"دنیا کے سارے مٹھن لکڑوں کوں بولتے ہیں۔۔۔ اور وہ بد بخت صرف لکڑوں

رکے وہ جاتا ہے؟"

"کیا بات ہوئی۔۔۔"

"کوئی بات ہی نہیں ہوئی!۔۔۔ وہ دھاکہ بنا کر بولا: "کیا تم صرف لکڑوں میں لکڑوں"

لکڑیاں میں بھی نہ رہ جاؤ گی۔"

”مجھے کیا پڑی ہے“
 ”مزاح، مزاح میں فرق ہوتا ہے... میں کون کے اشارے میں بیٹھ کر ہنسنے لگا ہوں
 کئی بار کوٹھڑی پر کچا ہوں کہ اس کا قصہ پاک کروں مگر کم بخت کسی طرح ہاتھ ہی
 نہیں آتا۔“
 ”کیا اب مرنے ہی کا باقی ہوں گی؟“ فوزیہ جھانک رہی۔
 ”مریٹاں اور جینسیں میرے مٹھوں میں تھیں۔“ اس نے اکر کر کہا۔
 ”آرٹ سے دلچسپی نہیں ہے آپ کو؟“
 ”آرٹ میں کیا مٹھو مٹھو ہے؟“
 ”شکل ہی سے لگا رہا ہے۔“ فوزیہ مڑ کر ہانک رہی۔
 ”اُدھ تو تجربہ ہی آرٹ سے دلچسپی ہے تمہیں۔“
 ”جی ہاں... ہانک ہے!“
 ”بھلا تو تجربہ کیا مٹھو... تمہیں آرٹ کیلئے میں سے چلتے ہیں... وہاں آگ لگ کر تباہ
 کی تجربہ ہو رہی ہے۔“
 ”سونا بیزا کی تجربہ...!“
 ”ہاں...! پکا سونے میں تو اپنی محبوبہ کی تجربہ کر ڈالی تھی۔ میں نے اس کی کئی چیزیں
 دیکھی ہیں!“
 ”اچھا... میں سمجھا... دیکھ سونا بیزا کا تو صرف ایک ہی پہلو ہے... اس کی غیرت
 مسکارت... جس کی تجربہ دیکھی ہی نہیں۔ نہ وہ جیتس میں سا سکتا ہے اور نہ مرنے میں
 ”تو آخر ہو کیا چیز؟“ شکی آنے لگا تو اسے دیکھتی ہوئی رہی۔
 ”ایک... کیا مطلب؟“
 ”اول درجے کے جھوٹے ہو۔“
 ”مم... میں نہیں سمجھا!“

”تم کچھ بول کر اچھی سیدھے اپنے شہر سے چلے آ رہے ہو لیکن کل میں نے تمہیں دیا تو میں
 میں دیکھا تھا۔“
 ”او... ارے ہاں... شاید پرسوں سے سیدھا چلا آ رہا ہوں!“ وہ شرمندہ کی آنکھوں
 کے ساتھ بولا۔
 ”جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟“
 ”بس یونہی زبان سے چھٹل گیا تھا... تم لوگوں سے دشتہ تو کرنا نہیں تھا کہ قاتل پڑا
 حالات کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے اچھی بات ہے... معافی چاہتا ہوں! ساتھ ہی اجازت
 بھی چاہوں گا۔“
 ”خانے سے پہلے اپنی جیب میں رکھی ہوئی رقم چیک کر لو...“
 ”ارے باپ سے...“ وہ بولکھلا کر کوٹ کی اندرونی جیب ٹھونکنے لگا۔ پھر برسی
 نکالا اور نوٹ گننے لگا: اس کے بعد برس کے غافلوں میں کچھ اور بھی تلاش کرنے لگا تھا
 چرسے پرکشش کے آثار تھے۔
 ”کیا بات ہے، عشق اسے گودتی ہوئی ہوئی؟“
 ”ایک چھٹی تھی مٹی!“
 فوزیہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور وہ اچھن کر بولا: یاد آئی۔ چوٹی کے چھوٹے
 کھانے تھے۔“
 ”پچھلے کہاں؟“ شل ہاتھ چانکر بولی پھر غور کر رہے ہیں مرنے کی بیٹھ جاؤ؟“
 ”میں نے... یعنی کہ“ وہ خوفزدہ نظروں سے آگے دیکھتا ہوا ہلکایا۔
 ”تم اپنی اصلیت لگا رہے تھے یہاں سے نہیں جاسکتے!“
 ”اصلیت... اصلیت تو کمینوں کی ہوتی ہے... میں ہانک شریف آدمی ہوں!“
 دفعہ شش چوٹ کر آئے ایسے انداز میں دیکھنے لگی جیسے کچھ یاد آئی ہو۔ پھر سر دھکے
 میں بولی: ”تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم پانچویں نہیں ہو!“

”میں نے شتاہے کہ باغوں پر دھڑ میں گدھے کی پشت پر رہا ہے۔ میں اگلتا ہوں؟“
 ”تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے!“
 ”بچ کر پیچھا بھی نہیں ہوں۔ مجھ میں اب ہاتھی کی یاد رہا ہے!“
 ”کوئی بات نہیں بنا سکو گے۔ تم انہی کے سامنے ہو۔ وہ سب کچھ محض اداکاری تھی۔“

ایک لمبی قسم کی فائیت...!

”مقصود محرم۔۔۔“

”ابھی کہ تم اس وقت میری جھٹ کے نیچے بیٹھے ہوئے ہو اور میں ہی تمہیں پہنچاؤں ہوں۔؟“
 ”شکر ہے! وہ خوش ہو کر بولا! اب اس بات پر کافی کا ایک کپ ضرور چلے گا!“

”شٹ آپ۔۔۔“

وہ اس طرح ٹھوکر پیچھے دیکھنے لگا جیسے شٹی نے کسی اور کو ڈھتا ہو۔

”میری طرف دیکھو!“ وہ تلخ لہجے میں بولی؟ ریا تو میں تم نے وہ حرکت اسی لیے کی تھی کہ میں تمہاری طرف متوجہ ہو جاؤں۔“

”کون سی حرکت۔۔۔“

”میں دشت پر جاؤں!“ وہ دروازے کی طرف توجہ ڈال کر بولی؟ اگر زندگی عزیز ہے تو

کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا!“

”اُس نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا! ذرا ہنسی بھی خراہی کیجئے! یہ میرے باپ کا گھر نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں کہاں جھگٹا چھوڑ لو گا۔“

نوزید نے اُسے باہر جانے کا راستہ دکھایا تھا۔

آرٹ گیلری کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ شتاہے سے شاد چل رہا تھا۔ ساری دنیا میں شاد ہی کبھی نہیں اس نوعیت کی تصویریں نمائش ہوتی ہو۔ ڈاؤنچی نے تو مونا لیزا کا صرف ایک ہی پورٹریٹ تیار کیا تھا۔ لیکن اس آرٹ گیلری میں مونا لیزا کی عمل درآمد تھی۔ مونا لیزا کے درجنوں مختلف انواع پڑ سب موجود تھے۔ مونا لیزا تھپہ رنگائی ہوئی۔ مونا لیزا لچھن میں۔ مونا لیزا پڑوں پر استری کرتی ہوئی۔ مونا لیزا اپنے کو دودھ

پلاتی ہوئی۔ مونا لیزا شوہر پر غرق ہوئی۔ مونا لیزا شوہر کی جیسٹ ٹوٹی ہوئی۔ مونا لیزا اوجھتی ہوئی۔ مونا لیزا چھینکتی ہوئی۔ حیرتہ دفرہ۔۔۔ اُن کے ساتھ ہی تجربہ ی مصوری کے بھی کچھ نمونے تھے۔ اور اُن کا موضوع بھی مونا لیزا ہی تھا۔

یہ سب کچھ ایک ہی مصور کا کارنامہ تھا۔ اور مصور بھی وہی تھا کوئی چرمل نہیں البتہ یہ ضرور تھا کہ اس نمائش سے قبل کسی اُس کا نام ملک نہیں سنا چکا تھا۔ ایک ہفتہ قبل کسی کو ملی علم نہیں تھا کہ جلال آباد میں ہر اب نام کا کوئی مصور بھی رہتا ہے۔ ایک چلتے کے اندر اس نمائش کی اتنی شہرت ہوئی تھی کہ مالدرون ملک کے لوگ بھی

حلال آباد کی طرف کھینچے پھرتے آئے تھے۔

اس پھیر میں شٹی اور نوزید بھی شامل تھیں۔ اور نوزید بہرہ دہی تھی عجیب دیوانی ہے آخراں تصویروں میں رکھا ہی گیا ہے۔!۔۔
 ”تم اچھی ہو!“

”نہیں بتاؤ۔ مونا لیزا کا چہرہ بنالینا مشکل تو نہیں۔ اصل پر ڈرٹ سے نقل کیا جا سکتا ہے۔ پھر اُسے جس طرح چاہو پینٹی کر دو۔!“
 ”لیکن مصور کا ڈوٹی ہے کہ اُس نے وہ چہرہ مونا لیزا کے پورٹریٹ سے نقل نہیں کیا بلکہ وہ ماڈل ہے۔!“

”یعنی مونا لیزا کوئی ہشکل؟“ نوزید نے پوچھا!

"وہ کی کتاب ہے"

"ہواس کرنا ہے مش بہت سی مش بہت ہے ایسا لگتا ہے جیسے چہرہ اصل سے نہیں

کیا گیا جو۔"

"شاید وہ مائل بھی شائقیں کے سامنے جیت کر نہ دلا ہے۔ اسی لیے یہاں اتنی

بھڑکتے۔

"نہیں وہ اس ٹوک کر کہاں ٹیڈی میں دے گا۔"

"جان کل اس نے بھی اعلان کیا تھا۔"

چوڑا ٹھٹھی پا رہی تھی اور لوگ عقین کی عسوی کر رہے تھے دفعتہ مایہ زونو

سے آؤ تانی۔ خواہی وادست میں نہ وہ کہ تھا کہ ان تصاویر کے ساتھ ہی آپ

معاذ کو بھی دیکھ سکیں گے وہ ایک امانی ڈال سے .. اور اس کا ٹوک ہے اس کی

رنگوں میں ہونا کہ کاخ نور۔ اس جہد کو تو میر کی ٹوٹی تھا ہے۔ مڑی کا نام لومیا

بہ سبکیں چہرہ اس کے ساتھ کسی پڑتا ہے کہ ان آپ اُسے نہ دیکھ سکیں گے وہ کسی قدر

میں ہوتی۔ "میں سے نہ دیکھ سکے" صاحب دماغی کے۔ دراصل عقین کے ساتھ نہیں کہ

سنا کہ۔ ناوردہ سب تک پر کر سکوں گا۔"

"قویہ ہی کوں راہ" "نور" کے اعلان تھرہرتے ہی پڑ چکا"

"اور کوں مولا" "نشی کے کہا۔"

"دوب درے کا فراڈ صوم کرتا ہے" "عقب سے آواز آئی۔۔۔ اور وہ دونوں چوک

پڑیں۔ یہ شکل سے سحر تر تھی پر کوں لکھوں سے عقب میں دیکھیں۔۔۔ یہ ہیں وہی کلاں

کی اتحق اس سے دولت کے دھمے پر جوڑ تھا"

"نقل و حذرہ آئی۔ در کوں کوں حق نہیں پہنچا کہ اسے فراڈ کو۔"

"م۔ میں نے۔۔ کلب کہا ہے۔۔ وہ ہلکا۔۔۔ پر سے کچھ جڑا جب کورے

میں انھوں نے فرمایا تھا۔"

"تھرہاں کیا کر رہے ہو۔"

"م۔۔۔ معاف کیجئے گا میں جیسوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا۔"

"وہ جلی ۱۰ فوریز میں کر رہی" اتنی جلدی جیسوں گئے۔ ابھی کل ہی کی قوبات ہے"

"کلمات ہے؟" طرہاں نے نیچے جھڈنے

"کل ہماری مدقات مونی تھی"

"جواب میں ہوتی ہی اس نے جھلکے ہوئے ملازمین کہا اور تیزی سے ہو کر پھیر

میں غائب ہو گیا۔"

"کمال ہے" فوریز کی طرف دیکھ کر کہی۔ اس نے میں پہلے ہی سے انکار

کر دیا۔"

"وہ میرے بچے نہیں پڑ۔ اتنی۔"

"وہ تم کے خیال کی سرینا تھا کہ وہ جی جانوں کا ساتھ صوم ہوتا ہے"

"دیکھ وہ عصر خیال ہی تھا۔ مگر حقیقت ہوتی تو اتنی آسانی سے چھپ نہ چھوڑ دیتا"

ش نے کہا۔

"تو چھو اس نے میں ہی سے سے ادا۔ کوں کر دیا۔"

"بہ سے بڑا جی رہا تھا۔ اس کے ساتھ کہ میں سر پر اٹھانے پھر تا۔"

"وہ اتنی مڑی مردہ جی کے ساتھ کہ اسے اُسے گھر سے لگا دیتا۔"

"آپ صبح کر انھوں نے پوچھے۔"

"آج آخر کر رہی ہیں چاروں کے تعلق کوئی چیز ہیں حق؟"

"خواب میں ہوں تو میں اسے کے چہرہ اس سے تو دیکھا رہہ جو گئے ہوں گے"

"وہ سب سے۔۔۔ شہد ہے کہ وہ نہیں پہنچاتے ہیں۔"

"چھو سے ہوں گے۔" ش نے نہ بدی سے کہا۔ اگر آپ کبھی مڑ پھر دہو

کئی تو اتنی کب آدھ ک جوں جائے گی۔"

دفتر مافیکرو فون جاگ اٹھا۔ کوئی کہہ رہا تھا: خاتون حضرات... برہنہ کر
آپ جہاں ہیں دس ٹیڑھی۔ گیلری کے سلسلے دروازے پر پسینے بند کر دینے
ہیں... کیونکہ یہاں ایک قتل ہو گیا ہے۔“
”حق... قتل...“ فوزیہ ہلکونی اور پھولنے والے ہونے انداز میں قتل کی طرف
دیکھنے لگی۔

پوری جبر میں یقینی پھیل گئی تھی۔ لوگ اپنی آوازوں میں گفتگو کرنے لگے تھے۔
پھر خدا ہی کسی دیر میں آرٹ گیلری میں داخل ہو کر گئی۔
”یہ تو بہت بڑا ہوا۔ پتا نہیں یہاں کتنی دیر تک جلسے۔“ فوزیہ مبنائی۔
”مگر۔ تھیں کیوں؟“ یہی قتل کا کیا کام؟“ شل نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا،
”پولیس نے دروازے کیوں بند کر دیئے ہیں؟ کیا قاتل قتل کے بعد یہاں پھل بڑھا۔“
”ضابطہ کی کارروائی تو ہوئی ہی ہے۔“
”مجھے شبیہ کیونکہ گھر پہنچا تھا۔ اب میں کیا کروں۔“
”دفتر عمران پھر دکھائی دیا۔ قریب سے گزری رہا تھا کہ شل نے ہاتھ بڑھا کر
اُس کا بازو پکڑ لیا۔۔۔“

وہ اس طرح اچھلا جیسے بے خیالی میں شل کو پریس سمجھا ہو!
”وہ۔۔۔ میرے خدا۔“ وہ شل کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔
”تم بہت زیادہ خائف نظر آ رہے ہو!“ شل نے کہا۔
”نہی... نہیں... میں کیوں خائف نظر آؤں گا؟ وہ اپنا ہوا ہوا۔ اور فوزیہ
نے کہا: اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ورنہ پولیس شے میں دھرنے لگی۔“
”نہیں معلوم ہے کہ وہ کس کہاں ہے؟“ شل نے پوچھا۔
”ٹوائیلٹ میں۔۔۔“
”مورت ہے یا مروت۔“

”مروت ہے۔ آؤ اسے جہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔“
”معاذ ہر سہ کہ اب وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔“
”پہلے ہی کسی کو بتا دیا جوتا!“ اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔
”اب تم مجھ سے ہی ساتھ رہو۔“
”اس سے کیا ہو گا۔“

”تمہاری تہاں رہنے ہو جا رہے گی۔ اور میں ایک مرد کا سہارا مل جائے گا۔“
”عم... میں۔۔۔ ابھی سو نہیں ہوئی۔“
”کیا مطلب؟“
”خدا جانے۔“ وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا: ”میری تو کچھ سہ نہیں کر رہا۔“
”کیا واقعی تم سچے قتل کیہ ہے؟“ شل نے آہستہ سے پوچھا۔
”عم... میں... کیوں۔۔۔“
”تم سے کیا بعید ہے۔ اُسے ٹوائیلٹ میں دیر لگی ہو۔۔۔ اور تمہیں قصہ آگیا ہو۔ پھر
جیسے ہی اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی تم اُسے دھکیں کر اندر کھینچے اور گلا ڈھا دیا۔“
”اُسے میں جاؤ؟“ وہ ہاتھ پکڑ کر بولا: ”اس کی کپڑی میں سوراخ ہو گیا ہے“
”گولی ماری گئی ہے؟“

”اور کیا۔۔۔“
”تھیں فائر کی آواز تو نہیں سنی تھی۔“
”اُسے اُس نے بستری کی نال پر وہ پھٹتی چڑھائی ہوئی۔ جس سے آواز نہیں
ہوتی... میں نے انگلیش کی لٹرن میں دیکھا ہے۔“
”پھٹتی۔۔۔“ فوزیہ ہنس کر بولی۔ اُسے سائیکسٹر کہے ہیں!“
”کہتے ہوں جے۔“ وہ جھنجھلا کر بولا۔
”تو تم نے فاش دیکھی ہے۔“ شل نے پوچھا۔

رٹ گھیری کے ٹو پر کی تیر منہ میں ایک اعلیٰ درجے کے پول پر مشتمل تھیں اور وہ پول کرٹ سرکل کا گھسٹا تھا۔

شقی کو ان کی کھنکھوں میں دیکھتی ہوئی بول والی واقعی خاصے مالدار معمر ہوتے ہوئے چھینس منہ ہوئی تو یہ کچھ اعلیٰ نہ ہوتا۔

”عاشقے بھی جو چھینس منہ کے وہ وہ چہرہ“۔ تو یہ چھینس کر رہا۔

”اس وقت میں چھینسوں کی دھنگ نہیں کرتا تھا۔ یہ آپ نے لی دی پردہ لگا

میں نہ کہ اگر میں کا دور وہ سب سے ہو تو والد صاحب کے یہے چھینس کا نظام کچھ

بھلاں کی آؤٹ ڈیٹنگ ہوتے تھے، شقی ہوئی، مسند بہت پر لوگ باہر کھینچے

چھینس، چھینس کا طریقہ کار تو صحیح کر رہا تھا۔

”اس نے علاوہ ان کو ان کے خاص بنے کہ میں پولیس آفیسر کے آگے روزوں در

نور اول اور اسے اس کے وہ بہادر دھار کر اپیل کروں کہ تقریباً یوں ہر دھار کو

بھریاں میں بن گیا، تو یہ نہ تھا کہ پول۔

”اچھا تو پھر میرا میں کچھ دوں گا۔“

”تو حد سے بڑھ، جو“۔ تو یہ چھینس نکال کر رہا۔

”میں تو ان جگہ تک ایک ایسے بھی نہیں کھینچا۔“

”اور۔ کیا رہا ہے، تو میں اس شقی سے کہا، ”میں جہاں سے نکلتے

کی کوئی قدر سمجھتا ہوں۔“

”سوچتی۔“

”دیکھا سوچا۔“

”وہ جو پولیس والا معمر دروڑے ہر کھڑے اس کی کپڑی پر ایک ہاتھ بڑا

مدرہ منٹ سے پہلے ہر ش میں ہمیں آئے گا۔ سرگرم چھینسوں کو میں اسی طرح ہر ش

کیا کرتا ہوں۔“

”دوسرے دیکھا ہے۔“

”وہ آخر یہ لوگ میں دروڑے دیکھ کر کہہ کر رہے۔“

”وہ تو کی شناخت کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک اسے نہیں کوئی پہچان سکا۔“

”وہ اسے تو کیا وہ دوش میں بھی دکھائی جائے گی۔“

”یہی ہو رہا ہے۔۔۔ وہ وہ تو اسٹ میں سے جلتے جا رہے ہیں دوش دکھائی

جاتی ہے۔ اور پھر اسیں باہر نکال دیا جاتا ہے۔“

”اس طرح تو کچھ ہو جائے گی۔“ عاشق بھڑکے، ”شقی نے تو متوش بھی میں کہا

ن فزون بیٹے سے متو کہ جو نے کے یہ متو کی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ تو یہ

نے متو پر بھی میں کہا۔

”میں شاید آپ کو مزید جی جاتا ہے، چھینس نہیں ہے۔“

”یہ کون سے فزون ہوتے ہیں، شقی اسے کھوئی ہوئی ہوں

”میں بزرگوں کے نام میں بیٹا۔“ عریان نہ مار کر لگا

”کیا بات ہوئی۔“

”وہ فزون کے ساتھ آپ جو اٹھ رہے تھے۔۔۔ اس کی۔۔۔ وہ ہے۔“

”اور۔۔۔ لطیف۔“۔ تو یہ نہ سہا رہی۔

”جی ہاں۔“ عریان مزید چھینس کر رہا۔

”اور۔۔۔ تو آپ کوئی لطیف سناتے وقت انگوں سے کہتے ہوں گے کہ آپ

ایک جی جان سنئے۔“

”اس، متو بڑی کی باہر سناتا ہی نہیں ہوں۔“

”شقی اسے غیب انداز میں مجھ سے جاری جی تو یہ کے کچھ کہنے سے قتل ملی۔

”تھا اور قیام کہاں ہے۔۔۔“

”اسی ہوئی کے ایک کر رہے ہیں۔“

”کیا بات ہوئی۔“

”اُسے وہ بیوقوف ہو کر گئے گا۔۔۔ ورتا دھرمی سے نکل جانا۔“

”جس بھی مصیبت میں پھنساؤ گئے۔“

”دوسری تدبیر یہ ہے کہ تم یہاں کسی کی جب کاٹو، وہ میں شوری ہوگی۔۔۔“

اس طرح پوسیس وائے خودی تھیں یا جسے جانتے تھے۔

اتنی سادگی سے یہ بات کہی گئی تھی کہ دونوں ہنس پڑیں۔ اور فوزیہ نے کہا

”مہن پہچان پڑنی ہوتی تو میں تمہیں مار بیٹھتی۔“

”مار بیٹھنے کے بعد سے تو اتنا اندر نہیں ہو سکتا! وہ دباؤ سناہ افرازیں

سر مل کر بولا۔ اس کی آنکھیں سر پہ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر نعتہ س نے پوچھا

”تمہارے پاس کوئی نوکیل چیز ہے؟“

”کیا مطلب؟“ شلی کا انداز جارحانہ ہو گیا۔

”میرا مطلب کوئی ایسی نوکیل چیز جو تھل کے سوراٹ میں چ سکے!“

”اُس سے کیا ہوگا۔۔۔“

وہ ہم لوگ نہایت خاموشی سے باہر نکل چکی تھیں۔ کسی کو ہاتھ نہ پڑے ہوگی۔

”میرے پاس ایک ایسا چاقو ہے جس میں اسکیوڈر نیو اور کارک، سکریو بھی

ہوئے۔۔۔“ فوزیہ نے کہا۔

”بب بس کام چلیں!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ چاقو بچے دو۔ اور میرے پیچھے

پچھے چلی آؤ۔“

فوزیہ نے شلی کی طرف دیکھی اور وہ سر مل کر بولی۔ ”کیا ارادہ ہے!“

فوزیہ نے اپنے پرس سے بیٹھوسا سا چکلہ رچا تو نکالی کہ کران کے حواس کو

”ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں سیدھی میرے پیچھے چلی آنا“ کہتا

وہ ایک طرف بڑھ گیا۔

وہ بھڑ سے کٹ کر ایک سسناہ راہداری میں پہنچا اور اُس کے بڑھتا چلا گیا۔ یہ

دونوں بھی اُس کے پیچھے تھیں!

پھر وہ بائیں جانب ہٹا اور رُک کر بولے۔ ”تم دونوں یہاں رُک کر دیکھو کہ کوئی

کہ کوئی ادھر آتا تو نہیں ہے۔۔۔“ کوئی نظر آئے تو بچے اشارہ کر دینا۔

وہ دونوں رُک گئیں اور کران راہداری کے موڑ کے قریب ہی وائے ایک

دھماکے سے قتل پر ہلک پڑا۔

”یہ آخر کیا رہا ہے!“ شلی بڑبڑائی یہ کہیں واقعی کسی بڑی دشواری میں نہ

ڈال دے۔“

”بس دیکھ کر جاؤ۔! اپنی نوعیت کا ایک ہی آدمی معلوم ہوتا ہے!“ فوزیہ ہنس

کر بولی۔

اتنے میں کران نے اپنی تڑپ سے اشارہ کیا۔ دروازہ کھول لینے میں

کا سیاب ہو گیا تھا۔ وہ قریب پہنچیں تو بولا۔

”اندر چلو۔“

کرے میں اندر ہوا تھا۔ وہ چمکیا۔ اور کران نے کہا: ”اب اگر یہاں اس حال

میں دھرمی کے قوتیوں جیل پائیں گے۔“

وہ بولتا کہ کرے میں داخل کر دینا۔ کران اُن کے پیچھے تھا۔ دو دنہ بند کر کے

کراس نے بائیں جانب دیوار پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ کرے میں روش ہوتے

ہی اُن دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

”یہاں کیوں سے آئے ہو؟“ فوزیہ نے سوال کیا!

”میں یہاں بھی جاتا ہوں۔“ انکھیں کھل کر تھیں ہوں! یہ ہمارے آرٹسٹ

سر مل کر بولا۔ ”کیا فرمایا ہے۔“

”تو بھر۔ اس میں آنکھیں کھل کر دیکھنے کی کیا بات ہوئی!“

” اور میرا دماغ بھی گھوم جانا کہ! میں سمجھ رہا تھا کہ شاید جینوں سے
مخاطب ہوں۔ واقعی یہ بات تو دونوں کی سمجھ میں آئی نہیں ہے۔“
آگے بڑھ کر اس نے ریگ ٹیبل کے عقب والے دروازہ کھولا۔ اور میں
اندھیرا تھا۔ لیکن پھر روشنی ہو گئی!
” آگے بڑھو جی! یہ گھرانہ موکر پولا۔“

دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اسی دروازے سے باہر
گزر کر چکر دار سرخروں تک جا پہنچیں۔
” یہ جو سرخرو ہے! گھرانے کا۔“ اس کے ذریعے ہم کسی کے علم میں آئے
بغیر سول کی سیل منزل پر جا پہنچیں گے۔ ذرا جلدی کرو۔ کچھ دیر میں آئے صل۔ اور
اس نے پیسے دینے پر قدم رکھ دیا۔ اور پھر وہ اس کی نقد کرنے لگیں۔
زیپوں کا قطر اتنی ہی تھا کہ ایک ایک زیپ پر ایک وقت میں ایک ہی آدمی گزر
سکتا تھا۔

سیل منزل تک پہنچتے پہنچتے بڑی طرٹ پانیسے ٹپس اور پرستہ پرستہ گھرانہ کو ایک
پھر جاتو کا بار ایک سہا کر یوڈر یوڈر ایک دروازے کے قفل پر آنا پڑا اور وہ
ٹپس میں دیر نہیں لگی تھی۔!

اب وہ پھر ایک سیل میں رہا رہی میں کھڑے تھے۔ گھرانے نے ایک جھانسہ
دیا تھا کہ کہا: ”آگے خواتین کا ٹو ایلیٹ ہے۔۔۔ آپ دونوں دالہ ہاتھ سر
دھوئیے۔ میک اپ درست کیجیے۔۔۔ اور پھر نہایت اطمینان سے راحت
جائیے۔ کوئی کچھ نہ کہے گا۔“

”اب ہم تنہا آسانی سے رخصت نہیں ہوں گی!“ غلٹی سکر کر بولی: ”میں
اپنے کمرے میں لے چلو۔“
”اوسے پاپ رے!“ وہ پیٹ پر ہاتھ چھ کر رہی:

”کیا ہم سے ڈرتے ہو۔ چلو آگے بڑھو۔“ فوریہ اُسے دھکیلتی ہوئی ہلکا۔
”کہاں چلوں۔!“
”اپنے کمرے میں!“
”ایک بار پھر اسے پاپ رے۔۔۔“
”چلو۔ چلو۔“ غلٹی نے اُسے دھکا دیا۔۔۔ اور پھر وہ لفٹ کے قریب
آ کر گئی۔

”تیسری منزل پر کمرہ ہے۔“ گھرانہ بچے دل سے بولا۔

”جو تھے آسمان پر سو بے بھی چلیں گے۔“ غلٹی نے کہا۔

”کل تو تجربہ لازم لگایا تھا کہ میں آئی چاروں کا ساتھی ہوں!“

”مبارک رخصت ہو جانے کے فوراً بعد ہی لازم واپس لے لیا گیا تھا۔ ہم اس
کی فکر نہ کرو۔“

”سہت اچھا!“ گھرانہ نے بڑی سعادت مندی کے ساتھ کہا۔ ”غٹ آئی اور وہ
کھانا دیکھ کر مداخلت ہو گئے!“

تیسری منزل پر پہنچ کر فوریہ نے کہا: ”کہیں مونا لیزا کی فوایسی بھی نہ جیس رہی ہو۔“
”میں نے اُسے دیکھ ہی ہے!“ گھرانہ ہلکا۔

”کہاں۔“ غلٹی نے سوال کیا۔

”اسی ہوئی میں وہ بھی قیام ہے۔“

”میں بھی دکھاؤ۔“ فوریہ نے کہا۔

”یہ دوسری ہوئی۔“ ابھی میرے کمرے میں جا رہی تھیں اب میں انہیں مونا لیزا
کی فوایسی دکھاتا ہوں۔“

”چلو۔۔۔ چلو کمرے میں چلو۔“ غلٹی نے کہا۔

”وہ آگے بڑھا۔ اور پھر ایک کمرے کے دروازے پر ڈک کر بولا: ”کتنی“

دیر قیام فرمائیں گی۔

”جب تک ہمارا دل چاہے گا۔“

”تویر والدین کی مشق کا اندیشہ محض دکھا دھتارے۔“

”ہم کسی سے بھی نہیں ڈرتے؟“ فزیرہ اکر کر بولی۔

”سمسرا ل میں ایسی مڈر ہے کہ کوئی بھول جاسکتی ہے۔“

”فضول باتیں کرو گئے تو جیسے پرکھو نہ رہیں گے۔“

”چلو کرہ کھو۔“ شبنم نے اس کے شانے پر ہتھکی دی اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے شانے پر بجلی گر گئی ہو۔

”کرہ کھول کر اندر داخل ہوا اور دیوار پر ٹٹول کر روشنی کا سوچے آن کر دیا اللہ مگر بڑے آداب سے بولا۔ تشریف لائیے۔“

”وہ کہہ میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ اور عراق نے کہا۔ یہاں دیواروں پر پچھلیاں نہیں پائی جاتیں۔“

”تم اپنے آپ کو کچھ تیکے کیا ہو؟“ فزیرہ پھر سمجھو گئی۔

”ایک ناقص امقل مرد۔۔۔“

”باتوں میں وقت نہ ضائع نہ کرو۔ روم سروس کو فون کر کے ہمارے لیے کھانا منگوؤ۔“ شبنم نے کہا۔

”ڈائمنڈ لال میں کیوں نہ جلیں۔“

”یہیں بیٹھیں گے۔“ شبنم نے انھیں نکال کر بولی۔

”جیسے تمہاری مرضی؟“ عراق مردہ سی آواز میں بولا۔ تم لوگوں سے بہت ذرا معلوم ہوتا ہے۔ اگر کل میں داخل انداز ہی نہ کرتا تو تم نے ان میں سے ایک کو

کو مارتی ہی ڈال پڑتا۔

”اوہو۔ تو اس لیے تم بیٹ آئے تھے۔“

”بالکل۔ ورنہ تم دونوں بچانے پر شک رہی ہوگی۔“

”جیسے بچانے کے لیے نہیں آئے تھے۔“

”پرگز نہیں؟“

”تو وہ تمہارے صاحب تھے؟“

”لا حول و نا قوتہ۔۔۔ تمہاری کچھ می میری بات بکھر نہیں آتی۔“

”کسی ترخان جیسی کو کچھ لاؤ۔“ فزیرہ ہنس کر بولی۔

”جیسی کا لغز صحت دینا۔“ عراق انگلی اٹھا کر بولا۔ میں اس معاملے میں

بچہ حواس واقع ہوا ہوں۔

”خود بھی عقل طور پر جیسی ہو کر رہ گئے ہو۔“

عراق اسے فیصلے انداز میں دیکھ کر رہ گیا اور شبنم بول۔ ”منگواتے ہو کھانا

میں مجاؤں شور؟“

”اوسے باپ رے۔ یہ بات۔۔۔“

”بالکل ہی بات ہے۔“ وہ فون کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

”اچھا۔ اچھا۔“ وہ فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”نیکین مل تم نے مجھے

بھوکا پیاسا اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔“

”میں گز رہے ہوں نہ فون کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ آئینہ کلام میرے ہی گھر

پر کھالینا۔“

عراق روم سروس کو فون کر کے منیو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔

”صرف پران اور رشین سلاہ منگو او۔“ شبنم نے کہا۔

”ور۔۔۔ تم کیا کھاؤ گی؟“ عراق نے مزاح زدہ پس پر ہتس رکھ کر فزیرہ سے پوچھا۔

”میں بھی۔۔۔ یہی کھاؤں گی۔“

”نیکین اتو۔“ میری پسندیدہ چیزیں یہاں نہیں ملیں۔“ عراق نے کہا اور

روم مروس کو آؤ زہ نہیں کرنے لگا۔

”سیور رکھ کر پس آؤ تو زہ نے پوچھا: بھلا قہدی پس دینہ غذا کیا ہے!“
 ”بہتر روٹی اور پس کی چٹنی۔“

”اس معاملے میں بھی ہمیں ہی ثابت ہوئے؟“ زہ نے ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔
 ”دیکھیے! انہیں سمجھائیے، محترمہ چلے۔“

”محترمہ شلی!“ شلی غڑی۔

”اوہ! آئی ایم سوری... مجھے نام ٹھیک سے یاد نہیں رہتے۔!“

”میرا کیا نام ہے...!“ زہ نے اُسے گھومتے ہوئے سوال کیا۔

”پاپ... پاپیہ... شاید۔“

”پاپیہ!“ شلی ہنس پڑی۔ ”بہت خوبصورت نام ہے۔!“

”میرا نام فوزیہ ہے!“ وہ پیرچ کر بولی۔

”اور سے تو یہ...!“ عمران دونوں ہاتھوں سے منہ چٹا ہوا ہوا لہو لہو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے دماغ کا کیا کروں... فوزیہ پر فوج باد آتی ہے... اور بعد دوں گڈ مڈ ہو کر پیش کی شکل اختیار کر لیتے۔ پھر پیش سے پٹینے... سوری مس فوزیہ
 ”آپ تہہ! کیا خیال ہے!“ فوزیہ نے شلی سے پوچھا۔

”انفیتا نہیں۔“

”کیا سب؟“ عمران منہ چپ کر رہ گیا۔

”کوہکسٹنر اینڈ فوہیان۔!“

”کیا... کیا...!“

”چہ اچھ چا کھڈ بھی!“

”ہی سر کے ہا کھڑا ہو جاؤں گا۔!“ عمران نے دھمکی دی۔

”حالیہ کیا ہی ابتداءی علامت ہے۔“

عمران ٹھنڈی سانس لے کر چپ گیا اور میری مری س آواز میں پوچھا۔

”تمہارے ڈیڑی کہا کرتے ہیں۔!“

”ٹھکر خدج کے سیکرٹری ہیں۔“ شلی نے کہا۔

”وہ تو جہاں نہ بھٹتے چول گئے۔!“

”وہ ظاہر ہے کہ ان کا قیام دارالحکومت ہی میں رہتا ہوگا۔“

”خدا! اس لیے تم انفیتا میں پکٹیں کرنے لگی ہو۔!“

”لہجہ کیا مطلب؟“

”اور آپ کے ڈیڑی!“ عمری نے اُس کی بات کا جواب دینے بغیر فوزیہ سے پوچھا۔

”مر گئے۔!“

”الحمد للہ۔“

”بالکل نہیں خر گئے۔!“

”خوب خوب... یعنی کہ؟“

”شامل ہیں۔ آئے دی مرا کرتے ہیں۔!“

”سبحان اللہ۔!“

”کیا تم لوں کی طراسق پر زور دے رہے ہو!“

”وہ ضروری ہے... ورنہ شیطان نفس آئے گا... اور میں نہیں چیتا کہ اس وقت

فیضان میں آجائے۔“

”بالکل ہی بیک ورڈ معلوم ہوتے ہیں!“ فوزیہ نے بڑا سائنہ کر شلی سے کہا۔

”نفس نے دماغ سے پروتھک دی۔“

”کون ہے؟“ عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”مدم مروس... جناب!“

”آجاؤ۔“

وہ بڑے ہبڈل گھما کر دھماکہ کھول اور کھانے کی ٹری دھیلیٹا ہوا اندر داخل ہوا۔

”بس جاؤ... ہم خود ہی اپنی مدد کر لیں گے“ عمران نے کہا... اور وہ اس کے چلے جانے کے بعد شل سے سو بھاگ کھانے سے پیسے کچھ جتنی پلائی بھی ہو رہا نہیں!“

”میں نے یہ آزاد خیالی شراب پینے کے لیے نہیں اٹھاری۔“

”اور تم...“ عمران نے فزیز سے مول...“

”ہماری موجودگی میں تم بھی نہیں بیٹھ سکتے“ فزیز نے انھیں نکال کر بول۔

”بھینسوں سے غم غلط کر سنا اسے پینے پلانے کا لشکر بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے تو تم لوگوں سے اخلاقیات پوچھ لیا تھا۔ اچھا بیٹھو شروع کر دو۔“

کھانے کے درمیان میں مونا بیڑی کی نواسی کا ذکر پھر گیا اور شل نے کہا: ”اگر آئیہ واقعہ نہ ہو گیا ہوتا تو سہرا بے اس سے ضرور سلا دیتا۔“

”اور...“ قراس سے قہاری ملاقات ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں... وہ مجھے اس سے تنہائی میں سوانے والا تھا۔“

”اس حد تک صداقت ہیں سہرا بے!“

”قلقی نہیں۔ اس سے صرف دو ہی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔“

”اور وہ اس حد تک جھگ گیا۔“

”دیہیل پھر اگلا خاص پوزیشن کا ملک ہے۔“

”اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔“ عمران نے پرتشیش بھیج کر کہا۔ ”تھوڑی دیر تک کے سوچنا رہا۔ پھر ہلا!“

”اُسے اس کا علم نہ ہونے پانے کہ ہم اس کے دفتر میں غیر قانونی طور پر داخل ہو کر چور زینے سے اُپر آئے تھے۔“

”سوالات ہی نہیں پیدا ہوتا یہ شل نے کہا۔ لیکن کیا اُسے اس کا جانہ پل جائے گا۔“

”ہرگز نہیں۔ نہ دروازہ کھلا چھوڑا تھا اور نہ روشنی ہی پہنے دی تھی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے گا۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔“

”میں تو خود کو آدمی ہی نہیں سمجھتا پھر قسم کا یقین کیسے ہو سکے گا۔“

”بالکل ٹھیک... بھینس جو تم... اور بھینس کی صرف دو اقسام ہیں کالی بھینس یا سفید بھینس!“ فزیز بول۔

”کیا مجھ سے بات پر رہنا چاہیے!“ عمران نے شل سے پوچھا!

”میں اس وقت بالکل سفید ہوں!“ جواب ملا۔

”تو پھر مجھے بتا دے سسٹم میں کیگنا چاہے!“

”میں نے تسلیم کیا کہ تم ان چاروں کے ساتھی نہیں تھے۔ لیکن کیا یہ غلط ہے کہ تم ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ پھر اب جبکہ تم نے ہمیں اور ایک کرنے کی کوشش کی تو مجھے مصدہ لگتی۔“

”اور ایک کرنے والے کو سائیڈ نہیں مارا کرتے!“

”تو تمہیں اذیت ہے کہ ہمارا تعاقب کر رہے تھے!“

”ہرگز نہیں! اگر اتفاقاً میری گاڑی تمہاری گاڑی کے پیچے ہو تو اسے عداوت نہیں کہا جاسکتا! میں جلدی میں تھا اس لیے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے پھر وہ خالی شرف کر کے میرے لیے بھانے اور شرماتے کا موقع فراہم کر دیا۔ پھر کہاں کا کام اور کہاں کی جلدی۔“

”وہ بات حق سے نہیں اترتی۔“

”کہاے کے ساتھ نہیں اترے گا۔ بعد میں ٹرن کرنا۔“

”تم جو خوف بھی نہیں معلوم ہوتے۔“

”قلقی نہیں صرف تھوڑا سا بھینسیا ہوں!“

”تمہیں اس عدالت سے متعلق اتنی معلومات کیونکر حاصل ہو گئیں... میرا خیال ہے عام طور پر لوگ نہ جانتے ہوں گے کہ سہرا بے کے دفتر میں کوئی چور رہ رہا بھی

موجود ہے۔
 "سہراب کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ پی ڈیوڈی کی ٹھیکیداری کرتا تھا۔"
 "میرے بیٹے نئی اطلاع ہے۔"

"اور آج سے ایک ہفتہ قبل کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ سہراب آرٹسٹ بھی ہے۔"
 "ڈال اس نمائش سے قبل میں نے کبھی اس کا نام کب نہیں سنا۔"
 "بی۔ ڈیوڈی۔ ڈی کے ٹھیکیداروں سے کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ٹیکسی ہوٹل سہراب کی گمرانی میں تیر ہوا تھا۔ اور اس کا یہاں حصہ ہے اب آرٹ گیلری کی شکل دے دی گئی ہے۔ پہلے صرف کار پارکنگ کے کام آتا تھا۔"
 "مجھے قسم ہے میں بھی نہیں کی بات شائد ہوں۔"
 "آپ کے ڈیوڈی دارالحکومت میں تنہا کیوں رہتے ہیں؟"
 "ہی کی مرضی۔"

"آپ لوگ ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے؟"

"ہماری مرضی۔۔۔"

"جیر۔۔۔ جیر۔۔۔ میں خواہ مخواہ نئی معاملات میں ناگم ہوا رہا ہوں۔"

"یہ بھی شاید جینسوں کی کھلت ہے؟" فوزیہ بولی۔

"جی نہیں جینسوں سے تیرا ہذا تعلقی میں نے اور کسی خاندان میں نہیں دیکھی۔"

"بس تب تم لوگ جینس کا لامنت پیدا ہو گئی فوزیہ کی طرف دیکھ کر فری۔"

"تو کی تم لوگ کبھی دارالحکومت میں نہیں جاتے۔" عمران نے ایسے انداز میں فری

سے سوال کیا جیسے اس کی توجہ فوزیہ کی طرف سے چٹان چٹا ہو

"کیوں نہیں۔ جب ہی دل چاہتا ہے چلے جاتے ہیں۔ ڈیوڈی سے ہمارے جھگڑا

تو نہیں ہے۔ بس گریڈ فوڈ اور حکومت میں نہیں رہنا چاہتے۔ اس لیے ہم ان کے

ساتھ رہنا چاہیے؟

"تب تم لوگ بہت اچھے ہو نہ رہو ایک بوڑھے آدمی کے جذبات کا احترام کون کرتا ہے؟"

"ہم دو آدمی کو بہت چاہتے ہیں۔"

"اچھا اب یہ بتاؤ اس وقت سہراب نے تمہیں آرٹ گیلری میں دیکھا تو نہیں تھا؟"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔"

"ٹیکسی کے یقین ہے کہ وہ تم سے کیا ہوا وعدہ بھولا نہ ہوگا؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" وہ اسے گھور کر بولی۔

"اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا ہوگا تو پھر ختم ہونے کا نفاذ کر دے ہوگا۔ لہذا ہر اشوہ

ہے کہ اب تم دونوں اس طرح یہاں سے روانہ ہو جاؤ کہ اس کی نظر تم پر دوبارہ نہ پڑنے

پائے۔"

"آخر کیوں؟"

"وہ اب بھی میں پڑ جائے گا کہ آخر تم پر میں کی نظر میں آئے بغیر آرٹ گیلری سے

کیوں کر نکل سکیں۔ اور یہ ایک قتل کا معاملہ ہے جس میں شکی۔"

فوزیہ کے چہرے پر برائیوں اٹنے لگیں اور اس نے غور سے کہنے میں کہا بات

تو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

"شکل پر سیدھی دیکھی تو ٹھیک کر لی۔" آخر وہ کون تھا، اور اسے یہیں کیوں قتل کیا گیا؟

"مجھے اخبارات میں اس سے متعلق کچھ نہ دیکھ ضرور دیکھو گی؟"

"ٹیکسی ہم کس طرح باہر نکلیں کہ اسے خبر نہ ہوئے پاسے؟" فوزیہ نے سوال کیا۔

"یہ مجھے پھر دہو۔ جب یہ ہوئی میری تقریر تھا تو مزید رول کی چاہئے کے لیے جس ہی دہو

غور سے دیکھ کر رہا تھا؟"

فوزیہ اسے عجیب نظروں سے دیکھ کر رہ گئی!

وقت سے جانتا ہے جب تمہی۔ ڈیو۔ ڈی میں ٹھیکہ لڑی کرتے تھے۔

”نام بتاؤ!“

”علی عمران۔“

”میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔“

”اور دوسری بات جس نے پہلی رات ہمیں ان غنڈوں سے بچا یا تھا وہی تھا۔“

”بڑی عجیب بات کہہ رہی ہو۔ خبر میں دیکھا ہوں۔“

”تو اسٹیت میں پایا جانے والا کون ہے۔“

”جھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔ اس کی وجہ سے آج کی رات تباہ ہوگی۔“

”وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ آج تم جب کے درجن کر لینے ورنہ تمہارے وہ اس کی جتن قیام سے بھی واقف ہے۔“

”اوہ، اچھا۔“ کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ متقطع کر دیا۔

کال کا معاملہ ادا کر کے مری تو اپنے پیچھے ایک آدمی کو کھڑا پایا شاید وہ بھی فون کنا چاہتا تھا۔

وہ فٹ پاتھ پر آکھڑی ہوئی۔۔۔ دور دور تک کوئی ٹیکس نہیں دکھائی

دیتی تھی۔

دفعۃً ایک گاڑی اس کے قریب ہی آگئی جیسے ایک سفید فام غیر ملکی عورت

فریڈ ٹوڈر کہہ رہی تھی۔

”کیا لعلت چاہیے۔“ اس نے فوزیہ سے پوچھا کہ کدو کھانا ہے۔“

”درا تعلق درونک۔“

”اوہ۔۔۔ اور میرے تو ہمیں گندنا ہی ہے! ہمیں خورپ کر دوں گی۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ کہہ کر فوزیہ نے اُٹھ کر سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس

کے برابر بیٹھ گئی!

”بس دو منٹ گیس گئے۔ امیر آدمی ڈرگ اسٹور سے کچھ دوائیں خرید رہا ہے۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”آج شہر کچھ ویران ویران سا لگ رہا ہے! غیر ملکی عورت ہوئی۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ موسم کی خرابی کا اثر ہے! فوزیہ بولی۔ ”کیا تم آسٹریلیا میں ہو؟“

”اب تو میں یہیں کی شہری ہوں! کیونکہ میرا آدمی یہیں کا باشندہ ہے۔“

فوزیہ کچھ کچھ دالیں بھی کڑی آؤٹی گاڑی کے پاس آکھڑا پر جسے ڈرائیور نے ڈرگ اسٹور میں دیکھ چکی تھی۔

”ڈرائنگ۔“ انہیں لفظ دی ہے۔۔۔ تو کچھ بیٹھ جاؤ! غیر ملکی عورت نے اس سے کہا۔

”اچھا۔۔۔ اچھا!۔۔۔ کتنا برا رہ چکی سیٹ کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور گاڑی حرکت میں آگئی۔“

فوزیہ غمناک ہوئی۔ غیر ملکی عورت میں اب کچھ نہیں بول رہی تھی۔ تھوڑی دیر

بعد فوزیہ نے محسوس کیا کہ گاڑی تعلق روک کر طرف نہیں جا رہی۔

نہاں نہیں رہتے! کا دروازہ نہیں ہے! اس نے غیر ملکی عورت سے کہا۔

”ادھر نہ چلے۔“ لیکن تم وہاں نہیں جانا نہیں جہاں جانا چاہتی تھیں!

”کھک۔۔۔ یہی مطلب۔۔۔“ وہ بگلائی اور ٹیکس اس وقت کوئی ٹھنڈی سی چیز اس کی گردن سے آگئی۔

”یہ ریوٹر کی نالی ہے عموماً! وہ عقب سے مرد کو آواز آئی۔ ٹھنڈا ٹھنڈا امپیت فوزیہ کے منہ سے جھمکے ہوئے نکلا۔“

”لی۔۔۔ لیکن کیوں؟“ رقت اس کی زبان سے نکل سلا۔

”وقت ضرورت۔۔۔ اگر تم مجھ سے تھانے کو رہی تو ہمیں کوئی حزن نہیں پہنچے گا۔“

”مک۔۔۔ جیسا تھا تو۔۔۔“

”بس خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتی رہو۔ اگر شور مچانے کی کوشش کی تو سرگرداں ہو گا۔“

فوزیہ کچھ نہ بولی۔ بات آہستہ آہستہ اُس کی سمجھ میں آتی جا رہی تھی شاید ای وقت نے ان کا قاتل جو اُس کے قریب ہی سے شروع کر دیا تھا اور اس شخص نے ڈرگ اسٹور میں اس کی وہ ساری گفتگو سن لی تھی جو اُس نے فون پر سہرا ب سے کی تھی۔ لیکن اب کیا ہو گا۔

فقوزیہ دیر بعد گاڑی شہر سے باہر نکل آئی۔ اور فوزیہ لاڈل مل میں دھڑکنے لگا ہاتھ پر بندھے پڑنے لگی۔ کچھ شب بھی اتنی فزودہ نہیں تھی۔ جب اُن وحشت زدہ لوگوں نے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ ریڈ اور کی ناں بدستور گردن سے ٹکری۔۔۔

دل مضبوط کرنے کی کوشش بھی جاری تھی۔ آخر اُس سے کچھ دیر بعد خطبہ پڑھنا پڑنا پھر کر کہا ”آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔“

”نی انحال تمہیں ایک جگہ سے جانہے۔ کیوں سے جانہے، اس کا علم میں نہیں ہے؟“

گوباسی اور کے حکم کے تابع ہو۔۔۔

”ایسی ہی بات ہے۔ میں نے کہا تھا کہ تمہیں یہ سفر خاموشی سے طے کرنا ہے۔“

مرد نے کہا اور ساتھ ہی گھون پر ریڈ اور کا بڈ مزید بڑھ گیا، غیر ملکی عورت اُٹھنے سے قائل نہ ہوئی۔

فوزیہ نے پھل پھوٹ دانوں میں دبایا، گاڑی مروک چھوڑ کر کچے میں چل رہی تھی اس لیے خاموشی جیسے لگ رہے تھے۔ فوزیہ کلام نکلا جا رہا تھا۔ کہیں ایسے جے ایوہ ٹریک پر نہ دب جائے۔ ریڈ اور آب بھی گردی ہی پر رکھا ہوا تھا۔۔۔

اُس نے جی کوڑا کر کے کہا ”ریڈ اور چلاؤ۔ اگر میں نے اس دیر میں ہی شور مچا دیا تو مجھے اُس سے کوئی نہ نہ نہ پہنچ سکے گا۔“

”بات معقول ہے، تاکہ کمزور نہ رہا اور کمال اُس کی گردن سے پھالی۔“

آخر یہ کسی کی حرکت ہو سکتی ہے۔ فوزیہ مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ کیا وہ اتنی کوئی ہم شخصیت ہے۔۔۔ کہیں یہ اُس کے گڑھے تو نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ آوی ڈرگ اسٹور میں دیر سے اُس کے پیچھے کھڑا رہو۔ اور اُس نے وہ ساری باتیں سن لی ہوں، اُس نے فون پر سہرا ب سے کی گفتگو، اُس سے کہ وہ اتنی ہی کی کہانی اسے سن رہی تھی! دفعہ گاڑی چیلنے کے ساتھ لگ گئی، اہیڈ پیس کی روشنی ایک چھوٹے سے کچے مکان پر پڑ رہی تھی، غیر ملکی عورت نے روشنی بھا کر اُچھٹا کر بند کر دیا اور مرد نے فوزیہ سے کہا ”چلیجے آؤ۔۔۔“

”آخر کیوں؟ تم کون ہو اور تمہارے کیا چاہتے ہو؟“ فوزیہ خشک ہونٹوں پر زبانی پھر کر بولی۔

”اگر مجھے علم ہو تا تو پہلے ہی بتا دیتا۔“

”کیا بتا دیتے؟“

”یہ کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔ ویسے فی الحال اتنی گزشت ہے کہ میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہو۔ ورنہ تمہارے حساب سے میں رہوں گی۔ گاڑی سے اُتر کر اندر چلو؟“

”اندرون ہے؟“

”تم خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہو۔“

دفعہ ”ایک اور گاڑی بھی اُٹھ رہی آئی دکھائی دی۔ اور فوزیہ زور سے چینی

”بچاؤ۔۔۔ بچاؤ۔“

گاڑی قریب ہی ٹکڑی اور اُس کے اندر سے آواز آئی ”کہاں کہاں اور کس کس طرف

بچاؤ بچو۔۔۔ تم نے تو مجھیں یہ یاد کرنے کی قسم کھا رکھی ہے!“

آواز اسی اتنی کی تھی، ایک بار پھر فوزیہ کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ گاڑی سے اُترتا دکھائی دیا۔ اندھیرے میں شکل تو نظر نہیں آتی تھی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ وہ دل کوڑا کر کے بولی۔

”مجھ سے پوچھ رہی ہو۔“

”عزیزہ...! میں نے کہا تھا کہ گاڑی سے اتر گیتے؟“ دوسرے آدمی نے کہا۔

لیکن وہ شش سے سن نہ ہوئی۔ آخر اُس نے دروازہ کھولا اور غیر ملکی عورت نے اُسے گاڑی سے باہر دھکیل دیا۔

”یہ کیا بیہوشی ہے؟“ وہ زمین پر گر کر سختی اور تھک اس وقت غیر ملکی عورت نے اُس پر جھوٹا ٹک لگائی... وہ پھر چلی... ”اگر غیر ملکی عورت کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کر لے گی۔“

”جیت جاؤ؟“ عمران بولا۔ ”آب وہ ہدایات پر عمل کرے گی۔“

غیر ملکی عورت اُسے چھوڑ کر پہلے فون پر حواس ہو گئی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا... بہر حال اُنھ کو کون کے ساتھ اُس کے مکان میں جانا ہی پڑا تھا۔

یہاں ایک بڑے کمرے میں دو دیر دس دس منٹ سے اور ایک باہر دس منٹ کا آدمی ایک گوشے میں بیٹھا اُنکھ رہا تھا۔ دن کی آہٹ پر لوہو جوتا اور اُنھ کو باہر چلا گیا:

”اوہ... یہ کیا ہوا ہے؟“ غیر ملکی عورت کہہ کر عمران کی طرف جھپٹی فون پر بھی فون پر ہو گئی۔ اُس نے عمران کے کونٹ کی باجی آستین پر عمران کے دیتے دیکھے:

”فکر نہ کرو سب ٹھیک ہے؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور فون پر کوہنؤ دیکھا رہا۔ پھر ایک فون پر عمران کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”بھڑ جاؤ۔“

میں نہیں سمجھ سکتی کہ میرے ساتھ اس قسم کا ہوتاؤ کیوں کیا جا رہا ہے؟“ فون پر وحشتی سے بولی۔ نہ جانے کیوں عمران کی شکل دیکھتے ہیں جن پر چھائی ہوئی صراحتی کا فون ہو گئی تھی۔

عمران نے پناکرت اُٹھارے... قیمن کی آستین پوری کی پوری خون میں ڈوبی ہوئی تھی!

غیر ملکی عورت پھر اُس کی طرف جھپٹی لیکن عمران دہن ہاتھ اُنھ کو ہون۔

”عمر جاؤ... اسے بعد میں دیکھیں گے۔“

”غفلت باتیں نہ کرو... مجھے زخم دیکھنے دو۔ گولی گل ہے کیا؟“

”چاؤ...! ہاں تو عزم نہ فون...“ سہراب نے واقعی بڑی پھرتی دکھائی۔ مجھ تنہا کے لیے تین آدمی بھیجے تھے۔ تین چاقو باز...۔

”عم... میں... کلب... کیا جانوں۔“ فور پر بھلائی۔

”سہراب سے شل کو تھیں نے متعارف کرایا تھا۔“

”وہ نہیں۔ قطعی نہیں...۔ وہ خود ہی مل گئی۔ میں تو جان ہی نہیں سہراب کو!“

”آگ سے کھیل رہی ہو؟“ عمران اُس کی کندھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”وہ فون پر غیر ملکی عورت نے غصیلے بیٹے میں کہا کہ جہنم میں جائے سب کچھ مجھے زخم دیکھنے دو۔“

”جولیا - پلزز۔“ وہ ہاتھ اُنھ کو بولا اٹیروں کی اپنے ایک بہت بڑے

خندے سے لالچ ہے۔ مجھے اس پر رحم آ رہا ہے۔“

”غیر...! جولیا نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا ”گاڑی سے فرسٹ ایئر باکس نکال لاؤ۔“

”گاڑی کی کئی وہ اسے قتل کر عمران کی طرف بڑھی اور آستین کاٹن کھول کر اسے

آہستہ آہستہ اوپر سرکاٹے گی۔ عمران کی نظر فون کے چہرے پر پڑی ہوئی تھی۔ اور فون پر شاید اپنے کسی خسارے کے حواس پر غصہ سواں بن گئی تھی۔

جولیا نے ہاتھ عمران کی آستین پر پھاڑ دی... اور فون پر کوس کے باجی بازو

کارخم دور سے نظر آگیا... اور اُس نے نوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”رغم کر رہے؟“ جولیا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ لیکن عمران سُن ان سُن کر کہے فون پر بول۔ ”کیا تمہیں علم ہے کہ کث گیلری میں قتل کیا جائے والا کون تھا۔“

”اس کا ٹیکہ اور محبوب... غم اور بھی تھا۔“

”تو، زویا ہی، جسے سب کے لیے کام کر دیتے تھے۔“

”نہیں صرف فوزیہ۔ اس کے چیکے کو تو سب پر شہ ہو گیا تھا اور وہ ۲۰۱۱ کے

میں داسے بٹراس کے اور دوسرے سب کے تعلقات کے بارے میں چھان بین کر رہا تھا۔

بٹنڈا سب سے کہتے ہیں آرٹ گیلری میں ختم کر دیا۔ لیکن یہ بھی محسوس ہی ہے کہ

اس نے یہ بھی جانتے کہ عہد کا سب سے کوئی نقص نہیں تھا۔

”آپ اس کا کب ہو گا؟“ جو یونے سوال کیا۔

”فی الحال اس کی واپسی ناممکن ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ ہماری تحریک میں دے گی۔“

جو بڑا سا منہ بنا کر وہ... اور عمران اٹھتا ہوں۔ مسٹر اور صدر کو

فی الحال آرام کرنے دو۔ لیکن ان کی ضرورت بھی جلد ہی پڑ سکتی ہے۔ بہر حال میں

تھیں مطلع کر دوں گا۔“

”لیکن تم چلے کہاں۔“

”مجھے تو کوئی حق میں نہیں رہنا۔ اسے وہیں سے جلا دو۔ اور جوش آسنے

اس سے لڑکس قسم کی پوچھ گچھ کرنا اور اس کے کسی سوال کا جواب دینا۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ تم کہاں جاؤ گے؟“

”پہلے مہیشالی... پھر اور کیں۔“ کتا ہوا غلام یا۔ نعل می

سو جانے کے لیے کان رکھ رہا تھا۔ لیکن فون کی گھنٹ بجتی ہی رہی بالآخر چھپا کر فون

بھری نظر ڈالیں۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ کچھ بڑھا کر ساخینڈ نیبل پر رکتے ہوئے

فون کا ریسور اٹھایا۔

دوسری طرف سے نسلی آواز آنی لگوں صاحبہ ہیں۔

”شٹی۔“ وہ ماؤڈھ میں میں غرائی۔۔۔

”ہاں... میں رہ رہوں گی۔ فوزیہ باجی آپ کے ساتھ ہیں۔“

”بہن! تو۔۔۔“ شٹی جو کہ کر بولی۔

”خدا جانے کہاں ہیں۔“ دوسری طرف سے وہ نسلی سی آواز آنی دھاری رات

گھڑ گئی۔

”کیا وہ گھر سخی ہی نہیں؟“ میں نے تو نیچے سے پرس اسٹریٹ میں آتا تھا۔“

”وہ کہاں آؤں گی؟“

”یہ تو یاد نہیں؟“ اس نے کہا تھا کہ اسے کوئی کام ہے۔ اس سے پتے کے بعد

وہ خود ہی گھر چلے گئی۔“

”وہ اب تک نہیں آئیں... بہر حال معلوم کر لیا کہیں سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔“

”جیت ہے۔“

”آپ کہیں اور رہتے ہیں۔ دوسری طرف سے آواز آنی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

شٹی کی خیر غائب ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی دوسری منے چلنے والیوں کے ہنر اکیلے کر

کے فوزیہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکی۔

اس کی انجس بڑھ چکی تھی۔ پھر ہاتھ کی بیڑ پر اجار دیکھ کر کھلی رات والی

تسل یاد آ رہی تھی کہ انہیں چھوٹی طرف آرٹ گیلری سے فرار ہونا پڑا تھا۔

محبت کو اجار اٹھایا۔ آرٹ گیلری والے فون کی خبر پہلے ہی صبح پر نظر آئی اور

مقتول کی تصویر دیکھ کر تو شاید کچھ دیر کے لیے اپنے حواس ہی کھو بیٹھی تھی۔ وہ مدھنظان

تسل ہے خبر سو رہی تھی۔ دفعہ فون کی گھنٹ بجی تو اس نے کوٹ کے کردار۔

حقوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہا ہوں میں
 کبھی دھڑکھی دھڑکھی نہ جانتے کیوں ہلک رہا ہوں میں
 وہ... کبھی - وہ دانت ہیں گردہ کی پھر بدل تو یہ تم ہو...
 اور بے حد پریشان ہوں کہ اب تم کیوں رہا ہو۔ اسی لیے میں تم دونوں کو اپنی گھسیٹ
 نہیں سے جانا چاہتا تھا۔
 میں یہ ہوا کیا...؟
 "خندہ گری... اچھا بھلا بھلا ہوا تھا کہ تین بد معاش چاقو منیچھے ہوئے گھسیٹ
 آئے۔ بس پھر چھلڑی میں ایک لالہ ہی بن سکا۔"
 "تم آخر کو کون... اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے... فوزیہ رات سے غائب ہے
 میں نے اسے پرنس اسٹریٹ میں نہ پایا تھا۔"
 "گھری پر کیوں نہیں چھوڑا تھا؟
 "اسے وہاں کوئی کام تھا۔ پھر یہ نہیں لایا کرنا چاہتی تھی۔"
 "میں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ اگر تم اپنی اصل وضع قطع پر آجلاؤ تو میں
 وہ بھی رپہیں لے جاؤں مگر میرے گھر سے میں نہیں دیکھ سکتا۔"
 "کیا کہنا چاہتے ہو؟"
 "پتلون اور پرنسٹ ترک کر کے شلو رقبہ میں آ جاؤ۔ یہ اسٹاف پر ہو... یعنی
 بیچ کی مائٹ اور چوڑے سر پر ڈیڑھ میٹر کے روبرو کیا بات ہے۔ ہاؤس کے عین جو
 میں نے تمہاری کہاؤں میں گھڑی دیکھی تھی وہ زور کرو۔"
 "واو جان کی گاڑی ہے کسی کو دیکھ بھی نہیں لگاتے دیتے۔"
 "بہر حال وہ گاڑی ہرگز استعمال نہ کرنا ہے نہ ہنگ چلائی رہی ہو۔"
 "کب تک...؟"
 "جب تک میں نہ کہوں...؟"

"تم آخر کو کیوں مجھے ڈکیت کرنے دے؟"
 "لاشریں دے...؟"
 "وہی اس چکر اور لوٹا جیسے ملو۔ اسٹیل جھانک رہی۔"
 "کو اس مدد پر سوتے ہیں مجھ سے ملن خوشی کی بات نہیں؟"
 "وہ نہ ملے تو کھینڈ گئے۔"
 "مل کر کھینڈ رہا ہوں مجھ سے۔"
 "میں فوزیہ کے لیے بے حد پریشان ہوں۔ جانتے ہو لو، نیٹ والا کوئی نقد۔"
 "وہ نہیں۔ کون تھا؟"
 "فوزیہ کا مکیٹر اور طرزاد۔"
 "وہ ایک تم شاخت اور شاندری کی محافنت نہ کر بیٹھنا یہ معاملہ اس کے اپنے
 آدمیوں پر چھوڑ دو۔"
 "وہ آخر فوزیہ کہاں غائب ہو گئی۔"
 "وہ تم ہی ستر نازد لگا سکتی۔ مجھ سے تو دوری ہی ملاقات تھی۔"
 "میں پوچھتا ہوں تم سے کس طرح ملاقات ہو سکتی گی۔ بالمش ذرا گھٹ کرنا چاہتی ہوں۔"
 "لاشریں میں آ جاؤ۔"
 "کی مطلب۔ کس لاشریں کی بات کر رہے ہو؟"
 "تمہاری لاشریں کی۔ میں نے اسے وہاں پر تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ پھیلنا
 بھی میں گزاری تھی۔ لدا اب... شے لا منتظر ہو۔"
 "لاکھوں ہوائیاں چھوڑا ہے وہ سیدھی طن بات کر رہا۔"
 "چند دینے کے بعد تصدیق کر سکتی ہو۔ میں نہیں یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ
 تمہارا کہنا یہ محفوظ ہے۔ جو کہ رات حیرانہ پھیلا کر ہنس سے ہوتا ہے۔"
 "اور اچھی بات ہے میں آ رہی ہوں۔"

”خانی ہاتھ نہ آنا۔ ہاورچی خانے سے کچھ پار کر لاؤ۔“

شہل نے ریسور دکھ دیا۔۔۔ درودروڑ کی لڑائی۔ لائبریری دوسری منزل پر
عق۔ اور پھر اس کی چوٹ کی انتہا نہ رہی جب اس نے پیچھے دوں لان کو ایک
آرام کوئی پریم دروازہ پایا۔ اس نے اس کے دو جہان کا سپینگ سوٹ اور سپینگ
گاؤن پہن رکھا تھا۔۔۔

وہ دروازے ہی پر زک کر اُسے گھورتی رہی۔۔۔

”اگر میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں تو۔“ وہ بالا فریضے بھیجے میں بولی۔

”میرے ساتھ تم بھی جاؤ گی۔ اور جیسے صورت میں جب کہ تو مل لایہ رہتیں
میرے کمرے میں دیکھ چکا ہے اس کی شہادت تمہارے دعوئی کے باطل قرار دینے کے
لا باعث بن جائے گی۔“

شہل طویل سانس لے کر رہ گئی۔ اس کے جواب نے اُسے بے بسی کے احساس
میں مبتلا کر دیا تھا۔

”یقیناً تم یہاں آئے ہی کیوں؟“

”ہرول سے بھاگ کر اور پھر کہاں جاتا۔ اس شہر میں بس ہی ایک گھر دیکھا ہوا تھا۔“

”یہاں پہنچنے کس طرح؟“

اکوٹھ۔۔۔ پانچ کے سہارے اور چڑھ آیا تھا۔ گھر والی کا ایک شیشہ توڑ کر

چھوڑ کر آئی اور پھر اندر۔۔۔ شاہد برادر داسے کہے میں تمہارے دو ارجان رہتے ہیں۔

نہذا میں تمہیں کرنے میں بھی کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

”وہ تمہیں اس کی جڑات پیسے ہوئی؟“

اور اسی یقین کے تحت کہ تم میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکو گی۔۔۔

لیکن ناشتے کا کیا ہو گا۔“

شہل نے آگے مڑ کر نوٹوں کا ریسور اٹھایا اور اسٹر ومنت کا ایک ہن دبا کر

کان ریسو کے جانے کا انتظار کرنے لگی۔ اس دوران میں عمران کو مسلسل گھورتی
رہی تھی۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی ”خانساہاں سے کہو کہ اب میں ناشتہ کر
سکوں گی۔ لائبریری میں ہوں۔ یہیں آئے۔“

ریسور کو پڈل پر دھک کر عمران سے بولی ہوا دوا جان کے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں

نہیں چاہتی کہ میرے علاوہ کسی اور کو بھی یہاں تمہاری موجودگی کا علم ہو جائے۔“

”قلم کے ساتھ ہے۔“ عمران سر ہل کر بولا۔۔۔ اور آرام کر گئی سے اٹھ کر برابر

داسے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناشتہ آگیا۔

”بس اب جاؤ۔“ اس نے ملازم سے کہا۔ ”برق خانی ہو جانے کے بعد بلا
لوں گی۔“

ملازم چلا گیا۔ اور اس نے تھوڑی دیر بعد عمران کو آواز دی۔

آتے ہی ناشتے پر ٹوٹ پڑ شہل خانہ خوشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ آخر تھوڑی دیر

بعد بولی ”دیکھیں مئی اس کے قاتل نہ ہو۔“

”کس کا۔“ عمران نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

محمد نظامی کے۔۔۔

”اگر میرے پاس سیلینٹر لگا ہوا ہستول ہوتا تو میرے کمرے میں پوری تین عداوتیں

پائی جاتی۔“

”تم نے اُسے چاقو سے مارا تھا۔“

”چاقو کے علاوہ اور کچھ تھا ہی نہیں میرے پاس۔“ عمران نے میلوکسا سے کہا۔ ”عمی اور

ٹوڈی کے حملے والی چیزوں کے سخت مخالف ہیں۔“

”آخر مئی اور ٹوڈی نے اپنی بلا جلال آباد کے سرکوں منڈھ دی ہے۔“

”اُس پاس کے شہروں میں تو مجھے کوئی گھسنے ہی نہیں دیتا۔“

”تم بھی دس مہری ہو۔“

”ابھی میرا مہری نہیں آیا۔ آیا بھی تو چار ہی ٹنک عدد دو رہے گا۔ مسلح ہو۔ وہ کہ
برس دس مہری نہیں ہو سکتا۔“

”میں کتنی ہوں سبیدگ سے گفتگو کرو۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔“

”ورنہ کی گھانٹ ہی نہیں چھڑی میں نے۔ ارے ہر ایک فورسے تہا راتھ راتھ
سہرا بے گرایا تھا۔“

”وہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ کسے کیا جانے۔۔۔ میں خود ہی ملتی اُس سے!۔
”فوزیہ کی تحریک پر۔“ عمران نے سوال کیا۔“

”نہیں۔ وہ تو آرٹ کے معاملے میں خاص بے حس واقع ہوئی ہے اور آرٹسٹوں
کو دنیا کی ناکارہ ترین مخلوق سمجھی ہے۔“

”لیکن آرٹ تیسری ٹنک تو اُس کی لپٹا پر گئی ہوگی۔“

”دراختہ ہو، شقی باختہ کھاکر بولی“ فوزیہ کو سہرا ب سے منسلک کرنے کی کوشش
کیوں کر رہے ہو۔“

”مجھے یک پڑی ہے! سہرا ب مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔“

”اوہ۔ تو فوزیہ پر نظر ہے تھاری۔“

”اُس میں انعام نظر بھی نہیں ہوں!۔“

”پھر کیوں جبک مار رہے ہو! وہ میرے ہاتھ مار کر بولی۔“

”جبک مارنے سے دماغ روشن ہوتا ہے۔“

”یوں سمجھو! محمد زکامی کے خالق بھی نہیں ہو۔!۔“

”اگر وہ قتل ہوں تو تم دونوں نے اس قتل پر ایک یا کھانا۔ دم دس کا ہے۔“

”فوزیہ کو بھی شناخت کر کے گا۔ تم دونوں اس کے قتل کا وعدہ اور کرنے پر سے کر کے ہی

میں آئی عین۔“

خدا! رات کرے کہیں۔! وہ گھونسا اٹھا کر بولی۔ میرا کھ رہے ہو! اور مجھی پڑ
رہے ہو۔“

”میں کہا کر سکتا ہوں اس مسئلے میں۔۔۔ مقتدرات!۔“

”ملک میہ محصور ہوتے ہو!۔ وہ“ انھیں نکال کر بولی۔

”تو خود۔۔۔ کا۔۔۔ س۔۔۔ مہری ہی ہیں کھانے کی کوشش کرنا!۔“

”۔۔۔۔۔“ ”خلق قیام کی صورت ہے جو۔“

”تو ہی کوئی بات نہیں۔۔۔ تہا راتھ راتھ کھانے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔
چسپ پیٹ کھسک جاتا تھا۔“

”اس کھت سے تو میں نمٹوں گ۔۔۔“

”آپ سے باہر کیوں ہو۔ یہی تو کہیں میں کس مہری ذات سے کوئی نقصان پہنچا ہے۔
شقی سوچ میں رہی۔ واقعی سوتیلے کی بات تھی نہیں اس کی ذات سے فائدہ سے ہی پہنچے

تھے۔ نقصان تو نہیں۔۔۔ لیکن یہ اس وقت یہاں کیوں دھرا ہوا ہے۔ یہاں احسانات
کا معاملہ طلب کرے گا۔“

”مجھے مارن۔۔۔ ٹنک کی دیکھیں پسند نہیں میں۔“ دفعہ وہ شقی آنکھوں میں دیکھتا ہوا
بولی۔ ”اپنی دماغ میں وہی تہی لاؤ جس کے بارے میں پہلے کہہ چکا ہوں۔!۔“

”تم میرے کل معاملات میں دخل نہیں ہو سکتے!۔“

”تو میرے میں بیٹھا جاؤ۔ ورنہ تہا راتھ راتھ جاری ہی ہو چکا ہے۔ کوئی ڈیوٹی کا نہیں
تھیں یہاں کو کھانے کی طرف کھڑے جانے گا۔“

”خاموش رہو۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”مجھے سوچنے دو!۔“

عمران نے شقی سے سکھاتے ”اور پھر جیسے چھوڑ کر کاٹی پاٹ میں جھانکنا۔ شاید
دوسری پہاں بھی پینا چاہتا تھا۔ لیکن کاٹی کھنڈی ہو چکی تھی۔ حویل سانس کے کرتا ہوں

الہادیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم آؤ وزیر کو ہر اس سے نفی کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ سچ ہے

"میں کوشش کر رہا تھا۔" عمر نے حیرت سے کہا۔

"وہ ان میں سے بھی کہوں گی۔"

"کہے کو تو تم مجھے مرعہ کا ہاشدہ بھی کب کھاتے ہو۔"

"جہنم میں جاؤ میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گی۔"

"اس وقت گھر سے نکالو گی تو فوروارد میں چہ میگوئیں بولیں۔" یومرہ بنوں نے

مجھے یہاں آتے نہیں دیکھا تھا۔

"جب پھر میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"شودہ فیض میں کر مارنا۔ تاکہ مرے وقت اطمینان رہے کہ اپنے وطن پر میر

رہا ہوں۔ ویسے ایسا بات سمجھتی ہی نہیں ہے کہ... کہیں وزیرہ بھی چلوں کے کھانڈن

لگ گئی ہو جو مجھ سے ہتھوڑی مڑھیر ہوئی تھی۔"

"خدا چاہے۔" وہ بڑا سادہ بنا کر بولی۔

"آؤ تم دونوں کو کبوں چھوڑ کر پھرتی ہو۔"

"وہ سوار کے پٹے روٹیوں کو کبوں پریشان کرتے ہیں! میری تو دلی ہوئی ہے اگر کسی

دن کسی لڑکے کو تو خورہ نہ نہیں کہ پانی تو نہ تو گھر کی خند سے خود رہتی ہوں۔

"اور وزیرہ ایسے نواح پر تھوڑے سے ساتھ ہوتی ہے۔"

"خوردی نہیں! میں ہم پر نفی ہوں تو زیادہ تر تہہ رہنے کی کوشش رتی ہوں۔"

"بیکر خوفناک ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھت ہوا مسکریا۔ پھر بولا۔ "ذرا اپنی

کالٹیوں پر سے آستینیں تو مٹانا۔"

"کیا مطلب۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"دیکھو! گھر کے کھانڈوں کی عادی تو نہیں ہوں۔"

"کہ اس مت کرو... میں نئے باز نہیں ہوں...! وہ آپ سے باہر ہل رہی

ہو۔"

"معافی چاہتا ہوں۔" عمر نے مسکسی صورت نہ کر کہا۔ "یہ میں اسس

یہ مہم کرنا چاہتا تھا کہ ہماری دوست وزیرہ ابھٹو! ملای سے"

"میں سب سے بھی نہیں سکتی۔"

"میں حقیقت میں ان کر رہا ہوں۔"

"کر رہے ہو؟" وہ اسے غور سے جوتے بول۔ "کنا کیا چاہتے ہو!"

"میں صرف۔" مہم کرنا چاہتا ہوں کہ تم خود اپنے جیسے کے سخت آرٹ گیری گی

حق میں اس کی تہہ کر۔ تو یہ کی طرف سے ہوتی تھی۔"

"آؤ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم اپنے حافظے پر زور دے کر میرے اس سوال کا جواب

دینے کی کوشش کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ وزیرہ کو کسی قسم کے بھی آرٹ سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"نہ ہو۔" امین مونہ۔ "اسی نوعی کی ہر شکل ہے بہتر سے ایسے افراد کو اپنی طرف

کھینچ رہی ہے جو ہر معاملے میں اس کی جھینس ہوتے ہیں۔"

"وہ ان... یہ بات تو سب سے..."

"ہذا جو سکتا ہے وزیرہ ہی نے کہا ہو کہ چلو اس کے درشن ہی کر آؤں۔"

"اگر کہہ بھی ہو تو اس کی کیا اہمیت ہے!"

"بڑی نادر اس کی اہمیت ہے..."

"وہ ان۔" شاید اس نے کہا تھا۔"

"دیکھو! یہ ہوتی نا بات۔"

"میں میری سب سے تر تہہ علی ہیں۔"

"سمجھنے میں تھوڑا سا وقت لگے گا... اچھا ہاں... تو تم نے سہراب سے گفتگو کرنے سے قبل اپنا تعارف کر دیا تھا۔"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو... میرا اس سے تعارف نہیں تھا۔ لیکن وہ مجھے بھیچا تھا تھا؟"

"اور جیسے ہی تم نے اس سے گفتگو شروع کی تو اس نے اس کا اہماد بھی کر دیا تھا۔"

"اچھا نہ کرتا تو مجھے کیسے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے جانتا ہے؟"

"ٹھیک۔ ٹھیک۔" عمران پر گفتگو آغاز میں سر ہل کر بولا۔

"ٹھیک ٹھیک کیا دیکھا رہی ہے۔ فوزیہ کیوں اتنا رو۔ دے رہے تھے۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارے اس سے قدرتی شفقت تھی۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ وہ بین کے انجمنوں کی عادی ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سمجھتے لوگ اپنی کمزوریاں دوستوں پر نہ بربھیں ہونے دیتے۔"

"دیکھو اسے بھی گولی مارو اور ذرا ایک دوسرے کا تصور کرنے کی کوشش کرو۔"

"پچھلے رات اگر میں تمہیں وہاں نہ ملتا تو کیا ہوتا؟"

"دوسروں ہی کی طرح مجھ پر بھی لوہوں کے احکامات کا پابند ہونا پڑتا... اور وہ جلد بورا بننے کی طرف موڑ ہوئی اور عمران کو خور سے دیکھنے لگی۔"

"ہاں۔ ہاں... اور کیا؟" عمران صراحت کر بولا "ہات پوری کرو۔"

"مجھ میں وہ لاش دیکھیں بڑی؟" شوق نے آہستہ سے کہا۔

"اور پھر فوزیہ پر اس کا کیا رد عمل ہوتا؟" عمران نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ اسے ششخت کر لیتی۔"

"اور پھر آپ میں کیا تبدیلی ہوتا، اس کے ساتھ؟"

"یہ کیا جانوں؟"

"وہ مشتہ افراد میں سے ایک ہوتی؟"

"ہاں۔ شاید۔"

"میں تم دونوں کو نکال رہی گی۔ اور پھر تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد ان بین فئندوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ آخر کیوں...؟"

"واقعی، لہجہ کی بات ہے۔"

"جسے نا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"لیکن اب خدا کے لیے تمہارا کوئی حقیقتہ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں بہت دنوں سے سہراب کے چکر میں ہوں... اور اس چکر کی بنا پر فوزیہ کی شخصیت سامنے آئی۔ فوزیہ کے توسط سے تمہارے درش بھی ہوئے۔"

"اور پھر وہی فوزیہ کی شخصیت۔"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ فوزیہ اور سہراب ایک دوسرے کے لیے آجمنی ہیں؟"

"کیوں نہ سمجھوں جب کہ حقیقت بھی یہی ہے؟"

"غلط فہمی میں مبتلا ہو۔۔۔ یہی فرصت میں اس نے سہراب کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ آرٹ گیلری سے نکل جانے میں کس طرح کا ایب ہوئی تھی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"لیکن میں اپنے یقین کے بیٹے محسوس دلیل رکھتا ہوں؟"

"وہ کیا ہے؟"

"میرے باپن باز کاظم... جو ان میں سے کسی ایک کے چاقو سے گنا تھا۔"

"اور وہ... تو تم واقعی چور؟"

"باپاں بازو ہلانے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ فوزیہ نے اس کی اطلاع دی تھی؟"

"مگر یہ بات نہ ہوتی تو تم اتنے سکون سے کہہ دو کہ وہ دوسرے سے رخصت نہ ہو سکتی۔ وہ پرنس اسٹریٹ میں اسی لیے آئی تھی کہ وہ جلد از جلد تم سے ملے۔"

”جب ہم اتنا کچھ جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ فوراً کہاں غائب ہو گئی؟“
 ”یہ تو نہیں جانتا۔ ورنہ یقیناً پور کر کے نہ بھی ساتھ لے جاتا۔ اس سے بات کرتا۔“

”اور وہ پمپھٹین کے انجکشنز والی بات...“
 ”شاید یہ نشہ ہی فوراً اور سہراپ کے درمیان تعلق کا باعث بنا ہو۔ فوراً ہی مالدار تو نہیں ہے کہ اس قسم کے اصرار جات برداشت کر سکے۔“
 ”شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ شلی سر ہلا کر بولی۔
 ”خدا کا شکر ہے کہ باقی تھناری سمجھ میں آئے گی۔“
 ”یعنی تم یہی بلا ہو جو کچھ اپنے بارے میں جانتے رہے، ہم اس پر بھی اہم نہیں یقیناً کیا۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سہراپ تم سے کیوں قطعاً بڑھاتا چاہتا ہے۔“

”تم یہ دیکھ کر کیا کرو گے اپنی جھینسوں سے سروکار رکھو؟“
 ”یہ بھی ٹھیک ہے... لیکن میں اس کی کسی دوسری نیرتافونی حرکت کا پتا لگانا چاہتا ہوں کیوں کہ میرے چالیس ہزار کے ضائع ہو جانے کا کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ہے میرے پاس۔ بعض اعتبار پر ہم لوگ لاکھوں کالین دین کرتے ہیں۔ کسی سے خبر کوئی لکھا بھی نہیں ہوتا۔“

”تو بہت خیال ہے کہ وہ مجھے کسی نیرتافونی حرکت میں ملوث کرنا چاہتا ہے؟“

”اور نہیں تو کیا تم دونوں کے درمیان آخرت کے وعدے ہوں گے؟“
 ”مجھے ہتھلے کی کوشش نہ کرو۔ تم نہ دو کوئی سرکاری جاسوس ہوا۔“

”میری شکل۔“
 ”ایسی ہی شکلوں واسے تو ہوتے ہیں کہ کوئی سرچ بھی نہ سکے۔“

”ہو کہ سہراپ کو فون کر سکے۔ تم نے اسے ایک ڈرگ اسٹور کے قریب ہی تو اتار دیا۔“
 ”خدا کی بڑا۔ تم اس حد تک جانتے ہو۔ ہاں میں نے اُسے خرابی ڈرگ اسٹور کے سامنے اتار دیا۔“

”اور اس نے وہیں سے فون پر سہراپ کو مخاطب کیا تھا؟“
 ”لیکن کیوں؟ اگر وہ سہراپ کو اس حد تک جانتی تھی تو پھر یہ کیوں نہیں سمجھ کر دیا؟“

”میں بھی دراصل اسی کا جواب چاہتا ہوں۔“
 ”لیکن تم تو بول رہے ہو کہ تم نے نہیں کیونکر علم ہو کہ اس نے فون ڈرگ اسٹور سے سہراپ کو فون کیا تھا؟“
 ”راز کی بات ہے نہیں نہ پتاؤں گا؟“

”تو پھر میں یقیناً بھی نہیں کر سکتی تھاری بات پر۔“
 ”اُف وہ کی مصیبت ہے! وہ بڑا سا مرنے والا ہے! اچھا بتائے وہ تو بڑی سیکس کمی کو مرنے پر تیار ہے۔ میں نے سہراپ کے ایک آدمی کو توڑ دیا ہے معقول معاوضے پر وہ میرے کام کی اطلاعات فراہم کر رہا تھا ہے۔“

”وہ سے نہیں سے اسے دیکھی رہی... پھر بولی، ”اب یہ بتاؤ کہ سہراپ نے تمہاری کون سی گھڑی کاٹا ہے کہ تم اس طرح اس کے پیچھے لگ گئے ہو؟“
 ”محمسن کا جڈر ہے۔“ مرزا شادی کے سامنے سے کہہ رہا۔

”کیا مطلب۔“

”یہ شخص کبھی نہ ڈیپوڈی کی ٹھیکیداری کرتا ہے۔ کبھی جھینسوں کا تاجر بن جاتا ہے اور کبھی آرٹسٹ۔ جب سے جب سے اس کے پچھلے سال پورے چالیس ہزار ٹھیک پیسے تھے اور غائب ہو گیا تھا۔ وہ ہر دو تین ماہ سے پھر دکھائی دیا ہے۔ اور نوائیز اکیلا لاکھ کے ساتھ غوردار ہوا ہے۔ کوئی لہجہ پلڑے اس بار۔“

”میں ایسا کروں، الام اپنے سر پہنے کو تیار نہیں۔“
 شکل اُسے غور سے دیکھتی رہی۔ لیکن چہرے پر حماقت مآب کے علاوہ اور کچھ
 بھی نظر نہ آیا۔

صفر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد نچوٹے کہا مدد سے تو اس کی حالت نہیں دیکھی
 جاتی۔ جی طرح بیٹھ رہی ہے۔“
 ”اپنے منگتر کے لیے؟“ صفر نے پوچھا!
 ”جی نہیں نشے کے، انجکشن کے لیے بیمارہ منگتر تو شامیادی نہ ہو؟“
 ”دفعہ بائیں جانب سے فیضیت صدمتی نودار ہوا۔ دفتر سے واپس ہونے
 والے تھکے داسے کلرک کا سا خلیہ بنا رکھی تھا!

”آب حضرت کے حکمت۔“ وہ ان کی طرف ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا۔
 ”اُف فوہ! تو کیا اسی دوا سے؟“ جس میں گندناپیشے کا۔ بھوکراہ کر رہا گیا۔
 صدیقی اس کا دیکھا دک سننے کے لیے رکا نہیں تھا۔ جدر سے آیا تھا۔ اُدھر ہی
 نکلا چلا گیا۔

”میر خیال ہے کہ ٹکٹوں کے بغیر بھی داخل ہو سکتے تھے؟“ صفر نے کہا۔ میر انصاف
 جس انصاف سے اندر داخل ہو رہا ہے اس کا تھا صاف یہی ہے کہ گیت کیہ ایک حکمت
 چپک کر سننے کے تو چھ عدد دیوہی اندر بیچ جاتیں۔“

”دیکھو تو فغانے میں ہے کیا؟“ میر انصاف چاک کرتا ہوا بولا۔
 فغانے سے دو عدد ٹکٹ ہی برآمد ہوئے تھے۔۔۔ بیٹو نے کہا! ہمیں بھی
 جلدی ہی کرنی چاہیے در نہبت کچھ جگہ ملے گی!“
 ”شاید ہی کسی کو جگہ ملے۔“ صفر بڑبڑایا۔

”دیکھا عظیم؟“
 ”یہ بھیج دیکھ رہے ہو۔۔۔ اس کے بے ایسے ہی جن مال درکار ہوں گے۔“
 ”یہ بات تو ہے۔ آخر کس حساب سے ٹکٹ فروخت ہوئے ہیں!!“
 ”آؤ۔ آؤ۔“ صفر آگے بڑھتا ہوا بولا ”ہمیں بھی ایسے ہی دھاندلہ پن
 کا اظہار کرنا ہے۔“

صفر اور میر ٹاؤن ہال کے سامنے کھڑے اس اندم کو دیکھ رہے تھے جو
 صدر دروازے سے اُل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا!

”کیا دیوانگی ہے؟“ صفر بولا۔
 ”اگر تم ڈیوٹی پر نہ ہوتے تو ابھی اس دیوانگی میں مبتلا نظر آتے۔“ میر نے بائیں
 آنکھ دبا کر کہا!
 ”لیکن بیک بیک یہ ہوا کیا؟“ صفر بولا۔

”آرٹ ٹیڈری کو پولیس نے سیل کر دیا ہے۔۔۔ لہذا فی الحال تصویریں کی
 نمائش ختم ہو گئی ہے۔ اس کی بجائے سہراب نے اپنے نوٹول مونا میزاک کی فوکی کی
 نمائش کا اظہار کرنا منگت لکھ رہا ہے۔ اور ٹکٹوں کی بھی بیک ہورہی ہے۔
 دو گمانی کا بہتر ہی ذریعہ؟“

”پتہ نہیں کہاں سے ملے گا لگ گئی ہے! لیکن میری جگہ میں نہیں آتا کہ آخر ہمارے
 ٹکٹے کہاں معاملات میں کیا مرد کار۔“

”دس سہراب عرصہ سے زیرِ نگراں ہے۔ چھ ماہ قبل درالحکومت میں تھا۔ پھر انڈیا
 غائب ہو گیا۔ ادھر ایک ماہ سے پھر ایکسٹونے اس کا نائیل کھول دیا ہے!
 ”اور حضرت لکراں لکڑیوں پکڑتے پھر رہے ہیں!“

پھر وہ بھی اُسی جھڑپ میں شامل ہوئے اور اپنے عقب میں سے واسے
 دیکھ کے نور میں صدمہ دروازے سے گزرتے چلے گئے۔ ٹکٹ کیوں کہ اُن کی
 میں رہ گئے تھے۔ اندر پہنچے تو دل سے آخر تک ساری سیٹیں بھری ہوئی نظر آئیں
 زیادہ تر ایک پروردگار پر تھے اور بال کے تین اطراف میں چھوٹی ہوئی
 جگہوں پر لوگ کھڑے دیکھ کر دینے۔

”یار کھڑے ہی رہنا ہے تو ایسے کے قریب ہی کیوں نہ رہیں؟“ صفر نے کہا
 اور بائیں جانب کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان سے راستہ بنائے لگا۔ وہ احتجاج
 کرتے رہے لیکن ان دونوں کے قدم نہ روکے کوئی زیادہ اُلجھا تو صفر کہہ کر
 کمرہ دونوں منتکوں میں سے میں۔ اس طرح ایسے کے قریب تک اُن کی رہائی
 ہو گئی۔

”واقعی؟“ بنیو پوچھتا ہوا بولا: اس شہر کے لوگ بیکار شریف ہیں۔ جنہوں نے
 ٹکٹ خریدا ہے ہیں وہ بھی اس جھڑپ اور حسان پر احتجاج نہیں کر رہے؟“
 ”یہاں کوئی زیادت مری کچھ بھی نہیں آ رہی؟“ صفر بولا۔

”وہ آئیچ پر ایک آدمی تو ہے۔ جو اس کے ہاتھ میں ٹکٹ تھا۔ اُس نے
 مجھے کو مخاطب کر کے کہا“ خاقانی وحضرات... آپ کا بہت ہی شکر ہے۔ عمار
 خوش دوق کے معاملے میں پورے ملک کی ناگ ہے۔ فنون لطیف سے جو کچھ
 کے باشندوں میں پایا جاتا ہے ہم نے اسے کہیں نہیں دیکھا... اس واقعہ پر
 ملک کہہ سکتا ہوں کہ انتہائی مہذب اور ترقی یافتہ ممالک ہیں بھی ہیں
 جوش و خروش کا ایسا منہ پر نہیں دیکھا... بہر حال آج آپ کس کے مایہ...
 معذور مشر سہراب کے ماڈل کو منظر دیکھیں گے۔ لیکن اس سے قبل ایک
 پروگرام ملاحظہ فرمائیے۔“

دلی تالیوں سے گنگے اُٹھارے منتک کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”پروگرام

بتدارت قبول سے ہونی چاہیے... کی خیال ہے آپ کا؟“
 ”وہ ضرور۔ ضرور...“ آوازیں اُٹھیں...

”تو پھر میں جناب جی بھائی کو رخصت کر دیتا ہوں۔ جناب چند صحرائی،
 منتک کے پیچھے بیٹھے ہی ایک ہفتے سا کوئی اسٹیج کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔
 بہت زور و شور سے تاہاں بجائی گئیں۔ شاید موصوف جلال آباد والوں کے لیے
 اجنبی نہیں تھے؛

”میں نے مشہور اور اکادمی اور لوگوں کے چلنے بولنے اور گانے کے انداز
 کی نقلیں کتابت کر رکھی ہیں...“

”لا حول ولا قوۃ؟“ بنیو پوچھتا ہوا: ”یہ کیا بد مذاقی ہے؟“
 صفر کچھ نہ بولا۔ قریباً بیس پچیس منٹ اسی نقال کی نذر ہو گئے۔ اس کے بعد
 ٹکٹ کاروں کی آمد شروع ہوئی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ آج بھی لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ارادہ رکھتا ہے...“ بنیو
 حویل سانس لے کر بولا۔

”آپ کا خیال درست ہے؟ قریب ہی کھڑا ہو کر کوئی آدمی بولا: ”اول درجہ
 کا فریڈے سالہ۔“

”وہ اتنی جلدی سے اٹھ کر خیال نہ فرمائیے؟“ صفر نے بڑی شائستگی سے کہا۔
 ”آپ تمہاری ہیں اُس کے؟“ وہ آدمی پٹ پڑا۔

”جی نہیں، میں نے تو اس کی شکل ہی نہیں دیکھی۔“ نام نہان شہادت؟
 ”اور شاید جلال آباد میں رہتے ہی نہیں ہیں؟“

”وہ آپ کا خیال درست ہے؟“
 ”اس لیے اُس مرد کی طرف داری کر رہے ہیں؟“

”ایسا وہ جھڑپ ہے؟“ مونا لیزا کی ناس کا دھڑکنا نہیں ہے؟“ صفر نے بڑی

معصومیت سے سوال کیا؟

”نیکوئی بگھڑا ہوا!“

”اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ پہلے بھی اس قسم کے کام کرتا رہا ہے؟“

”یقیناً جناب! میں نہیں کا، شائد ہوں۔ اور بیٹے بھی میں نے سہرا ب کے مقصد ہونے کے بارے میں کچھ نہیں سنا، لوگ اسے پی۔ ڈیو۔ ڈی کے ایک ٹیکر کی حیثیت سے جانتے تھے۔“

”کچھ لوگ کمال حاصل کئے بغیر ملک کے مسئلے آنا پسند نہیں کرتے۔ نہایت خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے ہیں۔“

”چھوڑیئے جناب! نیو یورک بڑا جو کچھ بھی ہے جلد مسئلے آجائے گا۔“

”بہر حال میں اتنا غور رکھوں گا کہ جلال آباد کے لوگ بھی حیرت انگیز ہیں! محض بولا، بوجھ جانتے ہوئے بھی کہ سہرا ب غلط ہے اس کی باتوں میں اگر اس کے گرد و خراج لگائے دیتے ہیں!“ اس آدمی نے خاموشی اختیار کر لی۔

”اُدھر جوتھے ٹھکانے جیسے ہی اپنا کاروبار ایک بار اس کی پیشانی سے ٹکرا کر پھٹ گیا۔ تھارٹھی سے چھٹا کی تھا۔ پھر تو سیکر ہٹاڑوں اور اندروں کی بارش ہونے لگی تھی۔ ساتھ ہی لوگ سٹرائیکر کی نواسی کو فوراً پیش کر دینے کا مطالبہ بھی کر رہے تھے!“

”ٹھکانے پر پہلے ہی ہجرت کر گئے۔ ٹھکانے نے اسٹیج پر رات کو کچھ کھانا چاہا۔ لیکن ٹھکانوں اور گندے اندروں کی بارش نے اسے ذہن پر نہ کھڑے دی۔“

”پھر اچانک سامنے اس میں اندھیرا چھ گیا۔ چیخوں کراہوں اور غل غباڑے سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔“

”یہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے! اندھیرا بڑھتا ہی نہ جلتا تھا کہ ان کا جگہ دیکھا ہی نہ تھا۔“

”یہ دونوں نے دہرے سے چپکے چپکے اسی جانب کھسکنا شروع کر دیا۔ جودھر سے ال میں داخل ہوئے تھے!“

رات کے گیارہ بجتے اور عمران اب بھی بٹنی کی لائبریری ہی میں مقیم تھا۔ غریب کر حیرت تھا کہ آخر بٹنی پر ایک بیگ لائبریری کا دورہ کیوں پڑا ہے! دوپہر کا کھانا لائبریری میں، شاک جھانے لائبریری میں حتیٰ کہ رات کا کھانا بھی وہیں! لائبریری کو رات کو ملائی کر دی گئی تھی کہ اگر باہر سے اس کے بارے میں کوئی پوچھے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ گھر موجود ہیں! لیکن خود وہ عراق سے گناہا پچھے چلی گئی کہ آخر وہ وہاں سے کب اور کیسے گئی تھی۔

”کل خود وہ مردود جودھر میں تھا! عمران ٹھڈی سانس سے کہہ بولا۔“

”خود ہی نہیں آج بھی سو جائے!“ بٹنی نے جھنجھلا کر کہا۔

”اگر ایسا ہوتا تو پھر آج بھی یہیں قیام رہے گا۔“

”یہ قطعاً ناممکن ہے!“

”پنوں میں ڈکٹری میں یہ نقطہ سب سے تقابلی نہیں!“

”میں کہہ رہی ہوں کہ تم رات کو یہاں قیام نہیں کر سکتے!“

”بٹنی! میں کوئی مجبور نہیں سے کہ تمام ڈکٹر سکوں!“

”مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ شہری موجودگی سے نوکروں کو باغی کر دوں!“

”ایسی صورت میں پانپ کے نہا کے بچے اتنے سے بچ جاؤں گا!“

”چنانچہ میں کسی مٹی کے بچے ہوں!“

”چکن سنی زیادہ استعمال ہوتی ہے میری تیسری!“

”خدا کیسے فادت ہو جاؤ۔ وہ جھٹکا کر لئی۔“

”آپ لوگ لگ رہی ہو۔ سبحان اللہ۔“

”نفعہ خون کی گھٹی بھی اور عران نے شلی کو ریسورٹ خانے کا اشارہ کیا۔“

”اشارہ نہ کرتا تب بھی شلی خود ہی اٹھاتی اسے ہاتھ بھی نہ لگانے دیتی۔“

”شلی اسپیکٹ!“ اس نے ریسورٹ خانہ کو مٹا دیا۔“

”ا۔ ا۔ بہ بہت اچھا ہوا کہ آپ ہی مل گئیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کوئی صاحب ہیں؟“ شلی نے تحیرانہ انداز میں پکیں جھپکائیں۔

”سہراب... ہم دوبار مل چکے ہیں۔۔۔!“

”جج... جی ہاں!“ وہ ہلکا کر رہ گئی۔ سانسے جسم میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

”میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گی۔“

”م۔ میں... نہیں سمجھی۔“

”آپ کچھ گہرائی ہوئی سی لگ رہی ہیں!“

”سو سننے کے لیے سیٹ جی تھی۔“ ”تھوڑی سی“ شلی نے منہ ہلا کر کہا۔

”میں نے عرض کیا تھا کہ ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔“

”ہاں... لیکن میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔“

”مجھے میری پتہ تو شے سمجھنے۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو مجھ پر ضرور رحم آئے گا۔“

”اور آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی۔“

”کچھ بھی نہیں تو۔۔۔“

”وہ آپ کو آج کے اخبارات سے علم ہو گیا ہو گا کہ پچھلی رات مجھ پر کیا گزری۔۔۔“

”جج... جی ہاں۔۔۔“

”جو سہمی سے آرت گیلری کو سیل کر دیا ہے۔ لیکن میں نے جو وعدہ کیا تھا اسے

پورا کرنے کے لیے میں نے ٹاؤن ہاؤس میں ایک دوسری پروگرام پیش کرنے کا انتظام

کی خیال تھا کہ ہر روز اس کے دوران میں اپنے موٹل کی مدد بھی کروں گا۔۔۔ لیکن

یہاں ہاں میں بعض مقصدوں نے جنگامہ برپا کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ مونا لیزا کی فوٹو

کو دکھانے جانے کی کوشش کی۔ دراصل جوں آباد کا ایک ہا، ٹریس دن کرکٹ

پشت پر ہے۔“

”تو میں اس سب سے میں کیا کر سکتی ہوں؟“ شلی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”نوٹیس کو وقتی طور پر پی کوئی میں پناہ دے دیجئے!“

”کوئی نوٹیس۔۔۔!“

”میرا مطلب تھا مونا لیزا کی فوٹو کو۔ نوٹیس اس کا نام ہے!“

”آپ پولیس کی مدد کیوں نہیں لیتے؟“

”پولیس وہی کیسے کی جاوے؟ اگر آدمی چاہے گا۔“ ”دوسری طرف سے گھسباتی

ہوئی آواز آئی۔“ اگر آپ صرف دو دنوں کے لیے اپنی کوٹھی میں رکھیں تو بڑی

مہربانی ہوگی۔۔۔“

”آخر وہ بااثر آدمی چاہتا کیا ہے۔“

”آپ میں کیا عرض کروں۔ وہ نوٹیس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔“

”لیکن میرے گھر سے شاید اس پر تیار نہ ہوں۔۔۔“

”صرف دو دنوں کے لیے مجھ سے زندگی بھر احسان مند نہ ہوں گا۔! آپ کی کوئی

کی طرف کوئی اٹھا کر دیکھنے کی جی حرات نہ کرے گا تو وہ کتنا ہی بااثر ہوگا

نہ ہو۔ نوٹیس جلال آباد میں اور کہیں بھی نہ رہ سکے گی۔!“

”دیکھئے میں خود مختار نہیں ہوں۔ گھر والوں سے مشورہ کئے بغیر کچھ نہیں کر سکتی“

”اچھی بات ہے۔ میں آگے گئے بعد پھر رنگ کروں گا۔“

”ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ اجازت مل ہی جائے۔!“

”پھر بھی کوشش کر دیجئے۔“ ”دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور رابطہ منقطع

ہو گیا۔

جتنی نے دیر سیر رکھ کر طویل سانس لی اور عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

”کیا بات ہے؟“

”تم ازم تہار سے پیسے بے حد سستی چیز بت ہو گی؟“ شل نے کہا اور اُسے سہراب کی کال کے ہاں سے بہتے نہ لگی۔

”بہت خوب!“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”اُس نے میرا یا میرے کمرے میں پانی جانے والی لاش کا حوالہ تو نہیں دیا۔“

”نہیں۔“

”تو پھر تہارا کیا ارادہ ہے؟“

”وہ یہاں رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”لیکن یہ تو دیکھنا ہی پریشے کا کہ وہ چاہتا کیا ہے؟“

”وہ میں کسی قسم کا خطہ و مول نہیں سے سکتی۔ چاہیں یا جگر ہے!“

”اچھا اگر تم سے کوئی جواب پا کر اس نے تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی تو کیا کرو گی؟“

”مجھے کیسے بلیک کرے گا؟“

”وہ میرے کمرے میں تم دونوں کی موجودگی کا حوالہ دے کر؟“

”مجھے تہاری اس بات پر یقین نہیں آیا کہ فوریہ نے اُسے ہمارے احوال سے آگاہ کر دیا تھا۔“

”اچھی بات ہے۔ تو اُسے گھنٹے بعد جب اُس کی کال آئے تو انکار کر کے دیکھ لینا۔ اگر اس نے اُسی حوالے سے بلیک میل کرنے کی کوشش نہ کی تو اپنا نام بدل دوں گا!“

”دیکھا جائے گا۔“

”میرا مشورہ ہے کہ اس کی بات مان لو۔ فی الحال تمہارے گھر واسے موجود نہیں ہیں اور پھر وہیں دن کی بات ہے۔“

”ملازموں سے کیا کہوں گی؟“

”میرے سلسلے میں جی ملازموں سے کچھ نہ کہہا ہو گا۔ جب یہ بد پیشی کے حام ہیں یہاں لایا گیا تھا۔“

”بد پیشی کے عالم میں؟“ وہ نہ ہر ایسی ہنسی کے ساتھ رول آئی۔ ”مجھے اس پر شبہ ہے کہ تم بد پیشی تھے۔“

”کیا مطلب؟“

”تم قطعاً بے برش نہیں تھے۔ بلکہ یہ طریقہ اختیار کر کے یہاں ٹکس پیچھے۔ تم نے ہماری مدد کی تھی، اسی لیے ہم تمہیں وہاں بے برش کی حالت میں چھوڑ کر نہیں آسکتے تھے۔“

”تمہیں تو اب میری کسی بات پر یقین نہیں آتا۔“

”ایسے حالات میں کسی کو بھی نہیں آسکتا۔“

”اچھی بات ہے تو پھر میں چلا۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”کسی نہ کسی طرح نکلی جاؤں گا۔“

”اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ میڈی ہارٹا۔ ”وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔“

”میں تمہاری موجودگی میں شہراب کی مدد کرنے سے انکار کرنا چاہتی ہوں تاکہ اپنا اطمینان نہ سکوں۔“

”کس سلسلے میں؟“

”فوریہ کے سلسلے میں۔ اگر سہراب نے میرے انکار پر تمہارے ہونٹ والے کمرے کا حوالہ نہ دیا تو میں کچھ دل لگی کہ تم اول حدیث کے جھوٹے ہو۔“

”یہاں یہاں؟“ عمران دوبارہ جھٹکا ہوا بولا، ”تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا میرے قول کی صداقت ثابت ہو گی تو پھر تمہارا کیا رویہ ہو گا؟“

”میں تم پر اعتماد کر لوں گی“

”اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟“

”کس قسم کا فائدہ چاہتے ہو...؟“

”مطلب یہ کہ اگر اس سے میری جھینسون کی تعداد میں اضافہ ہو سکے تب تو میں

سمجھوں گا کہ مجھے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔“

”اب جھینسون کا نام لیا تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہوگا۔“

”پیدا کی آڑھت بھی جہاں ہوگی اس جگہ میں پڑ کر۔“

”آدمی گھنے نمک اس قسم کی بکواس جاری رہی تھی۔ پھر فون کی گھنٹی بجی اور

شلی نے جھپٹ کر رسیوں پر اٹھایا۔“

”شلی اسپینلنگ۔“

”کیا فیصد لیا آپ نے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”لا ٹھکان ہے... سہراب صاحب...؟“

”پھر سوچ بیٹھے۔“

”آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے اس میں میری کوئی غرض مقرر ہو۔“

”مطلب یہ تھا کہ جس طرف میں آپ کے کام آئے ہوں اس طرف آپ بھی میرے

کام آئیے۔“

”آپ میرے کس کام آتے ہیں؟“ شلی نے تیز بولے میں پوچھا!

”غلاموں پر لے کر ضرورت نہیں! میں نے آپ کے ایک دائرہ کو اب تک دائرہ

بھی رکھا ہے۔“

”میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”ہوئی آتش بھری کا کردہ نیراف سے کہہ رہی ہوں کہ آپ کو اور دم سروس کا وہ

دیر بھی یاد ہوگا جس نے کمرے میں کھانا مرو کیا تھا۔“

”یہ کیسی اڈٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں آپ... میں کچھ نہیں سمجھی۔“

”ابھی بات ہے تو پھر وہ دیر پڑوئیں گے ساتھ جلد ہی آپ کی کوئی ٹک پینچ

جاسے گا۔“

شلی نے لمبی سی عمران کی طرف دیکھا۔ عمران کے بونٹوں پر عجیب سی

سکراٹ تھی۔

”گھڑیئے...! شلی نے ماؤ متھیں میں کہا، ”تم... میں تیار ہوں۔ لیکن آپ

واپس دوسرے پر قائم رہنا ہوگا۔“

”کس دوسرے پر دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔“

”میں کہ یہاں ٹوفیسا کی مددت قیام دونوں سے زیادہ نہ ہوگی۔“

”بائل بائل...“ سہراب کی آواز آئی، ”میں آپ کی دشواریوں سے واقف

ہوں! میں جانتا ہوں کہ آپ آج کل گھر میں تہ ہیں... بہر حال ٹوفیسا ایک گھنٹے کے

اندر ہی اندر وہاں پہنچ جاسے گی۔ آپ اس دوران میں اپنے ملازموں کو آگاہ کر دیجئے

کہ آپ کی ایک غرضی دوست جو باہر سے آئی ہے وہاں پہنچنے والی ہے اور دو ایک

دن آپ کے ساتھ قیام کرے گی۔“

”اے... یہ بہت مناسب رہے گا۔“

”آپ... بہت فہم ہیں۔ میں دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع

ہو گیا۔“

شلی کے جہرے پر پہنچنے کی بوئیں پھوٹ آئی تھیں۔ رسیوں کو ریڈل پر رکھ

کر اسے کس پر لٹائی۔

”کیا ہوا...؟“ عمران نے اپنی جگہ سے ہٹش کئے بغیر پوچھا۔

”تمہارا خیال درست نکلا... وہ اُسے لا رہا ہے... ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ

بہاں پہنچ جائے گی۔“

”جو بھی اپنی حدود سے تجاوز کرے گا دشواری میں ضرور پڑے گا“

”آپ میں بھی یہی سوجھتی ہوں۔“

”ہمارے سامان میں غور توں اور مصلحت کے مقامات کا مددائی تحقیق حقیقت ہے مدد سائنٹفک تھا جیسے بیرونی اثرات نے تباہ کر دیا۔“

”اوہ۔۔۔ اب تم پروفیسروں کی زبان بول رہے ہو۔۔۔ آخر ہر کیا چیز۔۔۔“

”ناچیز کو ملے عمران ایم۔ ایس سی ڈی ایس سی راکس کہتے ہیں!“

”کیا واقعی ڈاکٹر آف سائنس ہو۔۔۔! یقین نہیں آتا۔!“

”جسے یقینی کی وجہ۔!“

”شعادت و اطوار سے لگتے ہو اور نہ صورت سے۔!“

”ڈگریاں اصلیت پر بروئے نہیں ڈال سکتیں۔ اسی لیے آبائی پیشے سے جڑنا ہوا ہوں۔“

”میں جینسوں کی فارمٹک۔۔۔؟“

”تم وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔ جاؤ ملازموں کو حکم کر آگاہ کر دو کہ ایک

مہمان آرہی ہے جو کچھ دوں تمہارے ساتھ قیام کرے گی۔!“

”لیکن ملازمین ہی ایک محدود رواج کے۔!“

”وہ تو رہنا ہی پسند گا ورنہ یہ کیسے معلوم ہو سکے گا سہرا ب کا اصل کھیل کیا ہے“

”شٹی نیے چلی آئی۔ اور ان ملازموں کو ہدایت دینے لگی جو ابھی جاگ ہی رہے تھے۔“

”سوئے ہوئی کو جگانا مناسب نہ تھا۔ ملازمین کو تب یہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی غیر ملکی

مہمان ہے تو کس قدر اس نظر آئے تھے۔“

”شٹی نے طریق کو روک کر تو یہ یقین ایک عجیب طرح کی غفلت ذہن پر مشتمل ہوگئی تھی

کیا یہ مناسب تھا۔۔۔ وہ اس کی باتوں میں کیوں لگی۔ کاش اس سے ملاقات نہ ہوتی

ہوتی۔ لیکن اپنے قول کے مطابق وہ تو تھا ہی فوزیر کی لکڑیوں۔ فوزیر کی دہرے وہ

”آپ کیا خیال ہے تمہارا فوزیر کے بارے میں۔“

”شاید مجھے تم سے متعلق ہرنا پڑے گا۔“ شٹی نے کہا اور اس بار کی گفتگو

دہرائی تھی۔۔۔

”عمران نے جو کچھ کاسٹیکٹ نکالا۔ اور ایک پیس مٹر میں ڈال کر کسے اہستہ اہستہ

پکڑا دیا۔“

”شٹی خاموش ہوئی تو اس نے کہا۔ اب میں دلا دیکھوں کہ چوکیدار کی کیا پوزیشن

ہے۔“

”پھر وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ شٹی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ اب سوال یہ نہیں پیدا ہوتا۔“

”کس بات کا؟“

”تمہارے یہاں سے جانے کا۔“

”کیا بات ہوئی۔!“

”جب تک وہ یہاں رہے گی۔ تم بھی سہو گے۔“

”وہ اور پھر جب تمہارا جی چاہے گا قلابازی کھا جاو گی۔“

”وہ کیسی قلابازی۔۔۔“

”بڑی جلدی جلدی خیالات بدلتی ہو۔۔۔!“

”آپ نہیں بدلوں گی۔!“

”کوئی خاص وجہ۔۔۔“

”سو کوئی دلیل نہیں رکھتی میں دھمکانے لگے۔ تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے

”میں خود ہی توجہ دلا دوں!“ عمران سر ہلا کر بولا۔“ تم مجھے سہرا ب کا سامان بھی

تصور کر سکتی ہو۔۔۔ اور اب تک جو کچھ میں بڑا فائدہ دے نہیں صرف ایک ڈرامہ

بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق میں اسی پنج پر سچا بچتی ہوں۔“

”میں بڑی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔ اور خواہ مخواہ۔۔۔!“

میں اس کی نظروں میں آئی تھی۔ لیکن آخر سہراب اس سے کی چاہتا تھا!

معاذوں کو جہان کے ہاں یہ بات دے کر پھر پوری مزا پر اپنی آنی لکیر عمرن وہاں مزدگاہن دیا۔ آہستہ آہستہ آوازیں دیں اور پھر وہاں کے کمرے میں داخل ہوئی۔ ان کے پاس پائپ کے قریب وال کڑی کھلی نظر آئی تھی۔۔۔
 ”وہ۔۔۔ تو چلا گیا۔“ وہ طویل سانس لے کر بڑبڑائی۔۔۔

دفعہ صفحہ زور سے جھٹکی۔۔۔

ایک ٹیکس دوسری کمرے میں مڑی نظر آئی تھی۔ آواز دینے پر وہ دلی گئی۔ اور اتفاقاً دشمنی میں دلی تھی۔ ٹیکس ڈرائیور نے انہیں گھور کر دیکھا ہی تھا کہ ٹیکس بول: ”یہ شریف آدمی ہیں۔ ماڈرن ہال ہم بھی چھین گئے تھے۔“
 ”اگھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ جناب بیٹھ جاہیے!“

پچھلی نشست پر بیٹھ جانے کے بعد صفحہ نے اسے بتایا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔
 ”ماڈرن ہال میں کیا ہو گیا جناب۔۔۔ ڈرائیور نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔
 ”کچھ چاہی نہیں سکا۔“ فوجیہ سے سگرت کا ایکٹ نکالتا جواب دیا: ”ابھی خاصا بروگرم میں رہا تھا کہ دفعہ گندے آڈیسے اور تھار چلنے لگے پھر لاٹ غائب ہو گئی۔
 بڑی مشکل سے نکل کر رہ گئے۔“

”آگ میں گئی تھی شاید۔“ ٹیکس ڈرائیور نے کہا۔

”ہاں شاید۔۔۔“

”برانڈ مائینے کا صاحب۔۔۔ پچھلے خاص خاص جگہوں پر ٹھوسے ہو کر تھے۔
 عام لوگ غفلت رہتے تھے۔ لیکن جب سے شمالی مجرمت ٹیمٹ پر مودت ہوئے ہیں۔
 کوئی بھی غفلت نہیں رہا۔۔۔“

”بڑی اچھی بات کہی تم نے اگر میں ڈپٹی کمشنر کا پیش کار ہوتا تو انہیں داخلہ نہ دیتا!
 نیوٹے کہا۔

”جی صاحب۔۔۔“

نیو اور صفحہ بہ وقت تمام ماڈرن ہال سے باہر نکل سکے تھے۔ لیکن حالت ایسی نہیں تھی کہ زیادہ دیر تک روشنی میں رہ سکتے۔ کپڑے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر زخموں کی نقیں۔

گلی کو چوں سے گزرتے ہوئے اپنی اتانت گاہ کی طرف بڑھتے رہے انہو کچھ بڑبڑایا رہا تھا۔

”کیا بڑیاں کب رہے ہو۔“ مجرموں کا ہے؟“ صفحہ نے پوچھا

”نہیں یاد۔۔۔ آجائے میں گئے نقیں۔۔۔“

”گھر مت کرو۔ اس وقت ہم جیسے سینکڑوں اب گلی کو چوں میں بھٹتے پھر رہے ہیں گے۔“

”آخر یہ کیا ہو گیا۔“

”خدا جانے۔۔۔ آخر آج آگ کا شور بھی تو سنا تھا!“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ کسی سے دور اندوں کے پردوں میں آگ لگا دی ہو۔۔۔“

”مونا لیزا کی قیاس!“ صفحہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”اور جناب علی عمرن مظلومہ العالی!“ نیو بیٹھ پڑا۔

”کچھ نہیں۔“ صفر جلدی سے بولا ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“
 پندرہ بیس منٹ بعد کسی ایک بڑی سن عمارت کی کپڑائی میں داخل ہوئی اور
 انہوں نے اتر کر کمرہ ادا کیا۔
 ٹیکسی میں ہارن لگی تو وہ پوربچ کی طرف بڑھے۔ برآمدے میں روشنی درجہ
 ایک آرام کو سمجھ کر وہ راز کوئی کتاب دیکھ رہی تھی اب پر نظر پڑے ہی وہ کھڑکی پر
 ”یہ کیا ہوا۔“
 ”یقین کرو ہمیں علم نہیں کہ اس حال کو پیچھے کی وجہ کیا ہے۔“ نیو نہیں کر بولا۔
 ”تم تباہ۔“ یہ تو کبھی کبھار نہیں ہوتا۔ جو دیا ہے صفر کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”ٹھیک کہہ رہے۔۔۔“ صفر اسٹول پر بیٹھا ہوا بولا۔ اور نیو اندر چلا گیا۔ پھر
 صفر نے جو دیا کو مافون ہال کی دروازہ کھلی۔
 جو دیا کھڑکی خاموش رہ کر بولی ”اس کا جمل ٹھیک کہیں پتا نہیں؟“
 ”ہاں وہ کاظم گڑ تو نہیں تھا۔۔۔“ صفر نے پوچھا!
 ”گڑ تو نہیں تھا۔ لیکن عمارت خاصی تھی۔“
 ”وہ کی کیا حالت ہے؟“
 ”مران نے مس کر دیا تھا کہ نہ اس سے کچھ پوچھا جائے اور نہ اس کے کسی سوال کا
 جواب دیا جائے۔“
 ”مجھے علم ہے۔“ صفر سر ہلا کر بولا۔
 ”لیکن اب وہ کچھ بتانا چاہتی ہے۔“
 ”ایک انکوائری کے بیوض۔“ صفر نے مسکرا کر پوچھا!
 ”اے۔۔۔ غائب۔“ جو دیا غور سے سانس لے کر بولی ”کبھی کبھی بہت زیادہ سوچنا
 فکس ہے۔“
 ”صدیق کہاں ہے“ صفر نے پوچھا۔

”ابھی تک اس کی بھی واپس نہیں ہوئی۔“
 ”صفر! جی! اٹھ کر اندر چلا آیا۔۔۔“ آٹھویں کمرے پر دستک پڑی سن عمارت میں لیکن
 یہاں کوئی مدد نہیں تھا۔ سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑے تھے۔ اب تو جو دیا نے
 کھانا پکانے سے غفلت نکال کر دیا تھا جس سے یہاں ہر سے آتا تھا۔ مران نے تو خاص
 کوشش کر ڈالی تھی۔ جو بچ لیکن سنبھال لے۔ لیکن وہ شس سے مس نہیں ہوئی تھی۔
 نیو اور صفر نے اس میں تبدیلی کے اور پھر نکل کھڑے ہوئے۔ ان کا وہ تھا کہ کسی
 اچھے سے ہوٹل میں رات کا کھانا کھا بیٹھ گئے۔
 ”کیوں نہ ہوٹل ریسٹ سٹاپ ہی چلیں۔“ نیو نے کہا۔
 ”جو سب سے کوئی اعتراض نہیں۔“
 ”آؤ یہ مران صاحب کہاں غائب ہو گئے۔“
 ”مجھے صرف بازو کے زخم کی وجہ سے شوش ہے۔“ صفر بولا۔
 ”اُن حضرت کو شاید یاد میں نہ ہو بازو رخی ہے۔“ صفر بولا۔
 ”ٹھیک تو یہی ہے۔“
 ”ایسا آؤ آئی تک میری نظروں سے نہیں گھٹنا۔“ جو نے طویل سانس لے کر
 کہا ”شاید میں زندگی بھر ان کا احسان مند رہوں گا۔“
 ”اور ہو۔ کس مسئلے میں؟“
 ”ایسے غیبی طے پاتے خبتار کر کے میری شراب نوشی ترک کر دانی کہ مجھے احساس نہیں
 نہ ہو سکا۔ اور اب سوچتا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس شراب بھری کے دوزخ
 کبھی اذیتوں سے گھبرا پڑتا۔“
 ”مکن جو زنف کی پتھر عذاب بھی برقرار ہے۔“
 ”غیر مسطور کے پیسے دیے بھی کوئی پابندی نہیں۔“ نیو نے کہا۔
 ”شاید اسی اصول کے تحت اس کی بڑھتی ہوئی ہوگی۔“

" لیکن انوسناک بات یہ ہے کہ جن پر پابندی عائد کی گئی ہے وہ آپ بھی پڑ رہے ہیں۔۔۔ غیر مسلموں سے جن کی قیمت پر ملازمے میں اور پتے ہیں! "

" محض تعویذ تو ان سے کام نہیں چلے گا۔ کبھی نہیں چلا۔۔۔ تعویذ کی قوا میں میرے سے موجود ہیں۔۔۔ پھر کیا ہوتا رہا ہے "

" پھر کیا صورت ہوگی؟ تبلیغ؟ "

" دو تبلیغ بھی صدیوں سے جاری ہے۔۔۔ "

" کوئی عمل۔۔۔ "

" پھر سے ڈھانچے کو بدل کر پڑے گا۔۔۔ صدق دل سے اللہ کی حاکمیت تسلیم کرنی پڑے گی۔۔۔ "

" کس کو؟ مجھے اور تمہیں۔۔۔ میں۔۔۔ "

" نہیں انھیں۔ جو زمین پر مجارے حاکم ہیں، اللہ کی حاکمیت کو صدق دل سے تسلیم کر لیتے کے بعد ہی وہ ہم سے بھی اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنا سیکھ گئے۔ "

" یوں تو کبھی محمد اللہ اور انشاؤ اللہ کہتے ہوئے آتے ہیں۔۔۔ "

" کبھی نہ کبھی کوئی آئے گا دل کی آواز سمیٹے۔ میں دیو نہیں ہوں۔ "

" چوں آرت سر پہ چنگ کر انھوں نے نفست استعجال کرنے کی بجائے نئیوں کا رشتہ کیا۔ ڈینگ لڑ پی سر پر تھی یہاں کی ردفی حسب دستور برتر تھی۔ غیو صدر لہذا نہ ہی کے قریب ٹھنک گیا۔۔۔ "

" کیا بات ہے؟ صدر نے مگر پوچھا۔ "

" کہاں ہے! وہ یہاں موجود ہے! انھوں نے سر کی جنبش سے یہاں جانب اشارہ کیا۔ صدر نے اسی سمت نظر بدلائی اور سمجھ گیا کہ اشارہ کس کی طرف تھا۔ "

" سہراب ایک میز پر کھائی دیا۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ اور سب کے چہرے پر ایسی غمازیت نظر آ رہی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ وہ آرشٹ سننے

زیادہ ایک مینٹہ در اکسر معلوم ہوتا تھا۔ بایں کان بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی کھون سے جے پنا دتوت کا اچھا۔ جوت تھا۔ صدر نے بیکو کسی گوشے کی طرف جیسے اشارہ کیا۔۔۔ ان کے عقب میں کئی میزیں خالی تھیں۔ صدر نے قریب تر اس میز منتخب کی۔ یہاں سے وہ ان دو بوں کی آوازیں صاف سن سکتے تھے۔ سہراب اپنے مقابل بیٹھ ہوئے آدمی سے کہہ رہا تھا۔ یہ شخص دروہین لیا ہے۔ "

" کیا نام بتا رہا تھا آپ نے۔۔۔ " سائے جیسے ہوئے آدمی نے پوچھا!

" علی ملای۔۔۔ "

" نام کچھ سنا ہوا سا لگتا ہے؟ "

" میں نے اس کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں! سہراب نے کہا۔ " بیک میڈ بھی ہے اور پریس افی مر کبھی۔ سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے بنی حریق کی بنیاد پر پاپا نے گھر سے نکال دیا ہے۔ "

" تو پھر کیا خیال ہے۔ ہمارے سلسلے میں اس کا مدیر کس نوعیت کا ہے۔ "

" دونوں ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ بیک میل کرتے ہیں کامیاب نہ ہو سکا تو پریس افی لایا جائے گا۔ "

" کیا اس قسم کی کوئی تحریک ہوئی ہے اس کی طرف سے۔۔۔ "

" کچھ ٹمک تو نہیں ہوئی۔ لیکن میں اس کا منتظر رہتا ہوں۔ "

" تلاش کر کے نکالنے کیوں نہ نہ کا دیں۔ " دوسرے آدمی نے کہا۔

" میں یہی چاہتا ہوں۔ " سہراب غور سے اس نے کہہ دیا۔

" میں اس کی بیک تصویر چاہیے۔۔۔ تلاش کر کے ختم کر دوں گا۔ "

" فوری کا مسوفا ملے؟ " سہراب نے سوال کیا۔

" نہیں۔ تلاش جلدی ہے۔۔۔ "

" دو تہارے آدمی کا بل ہوئے جارہے ہیں۔۔۔ "

"ایسا تو نہیں ہے ایک تم نے ک ک کر دگی ٹائن ہل میں نہیں دیکھی۔"
 "ہاں۔ یہ کام تو جیتنے سے کیا گیا تھا۔"
 "تو زیرو کو بھی جلد ہی ڈھونڈھ لائیں گے۔"
 "آج کے کام کا چیب نہیں مل سکا جائے گا۔"
 "کیش جو تو بہتر رہے گا۔"
 "کیش ہی سہی۔" سہراب نے لاپرواہی سے انہار میں شاؤن کو جھنٹ دی۔
 پھر ان کی میز پر رکھی ناسرو دیکھا گیا تھا۔ "دھریو اور صفدر بھی آکر پلٹے پلٹے کر چکے ہیں خیال ہے؟" "یہ تو صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔"
 "تو زیرو کی طرح اسے بھی غائب ہونا چاہیے۔"
 "اس سے کیا ہوگا۔"
 "سہراب کو مزید تھوڑی سی پریشانی ہو جائے گی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ تھک کر کام کر رہا ہے۔"
 "کیا طریقہ اختیار کرو گے۔" "یہ تو نہ پوچھا
 "یہاں سے نکل کر دونوں کے راستے الگ الگ ہوں گے۔... فی الحال سہراب کو نظر انداز کر کے اس پر نظر رکھی جائے۔ اس کے بعد پھر جہاں بھی موقع ملے وہ صاف کر دیں۔"
 "جیک ہے؟" "یہ تو سر ہلا کر بولا۔"

"فون کارسیور ملان کے ہاتھ میں تھا۔ اور طوں خاصے کی کال ہو رہی تھی دوسری طرف ٹھکے خادج کے سیکریٹری سرسلطان تھے۔ شاید سوئے سے جگائے

نے تھے اس لیے مجھے سے جھپٹ کا کچھ نہیں لیا تھا۔"
 "بھلی رات گزیرے سیاقا۔ اب آج تم نے جگا دیا۔"
 "بھگے فوس ہے خباب۔"
 "روٹو کو جلدی سے کیا کہتا ہے؟"
 "یہ سکرٹی سکرٹی کر رہا ہے سدا ہے۔"
 "کوئی شکایت۔" "دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "اول تو بیٹی سکرٹی کی بجائے سکرٹی مشہور ہے۔ لیکن محل کی دولت خزانہ ہے سکرٹی سے بھی بڑی چیز ثابت کر۔ اپنے۔"
 "بڑی زبردستی تم نے۔" سرسلطان کا بہر طرز انہار تھا۔
 "جی۔ میں نہیں سمجھی۔"
 "وہ محل نامور است مسعود وارث کے باپ نوابزادہ وارث علی خاں کی ملکیت ہے اور نوٹ۔" "یہ تو جیس ہے۔"
 "مسعود وارث کے مرنے سے بچا تھا کہ وہ وزارت خارجہ کا سکرٹی ہے۔"
 "تمہیں اپنے سے کبھی تم زیادہ دلچسپی ہی نہیں رہی۔ ورنہ تم انہیں صوبے کا گورنر بنا دیتے۔"
 "سیمال اتھ۔" ملان خوش ہو کر بولا۔ "یہ قطعہ ضایت فرمایا ہے۔"
 "اور کچھ۔" ہارسلطان غصیلے ہنسنے میں بوسے۔
 "مون پیرا کی فرما مسعود وارث کے محل میں پناہ لینے دیا ہے۔"
 "کیا مطلب۔"
 "تعلق آدمی مسعود وارث کی بیٹی کو دیکھ میں کر کے اس کی پرکادہ کیا ہے کہ وہ چند دنوں کے سیلونائیز کی فوٹو کی زبان فنا مشلو کرے۔"
 "تو یہ کی ہوا؟" مہنت کے ہنسنے میں اضطراب تھا۔
 "جو سکتا ہے کہ اس وقت تک وہ وہاں پہنچ چکا ہو۔"

”گو ایسا ہے تو تمہارا اصل کام اب شروع ہو گا۔“

”جی ہاں... یہی سوچ سوچ کر میرا دل تھکا جا رہا ہے۔“

”کیا مطلب ہے۔“

”مفسود وارث کی دختر پر خطر شمل سلہا... میںوں کو خوفزدہ کرتی پرت ہے
یتیم دن جو ستے میری گاڑی کو بھی سائیڈ مارنے کی کوشش کر چکی ہے۔“

”اچھا اب کو اس بند کرو۔ مجھے نیند آرہی ہے۔“ سرسطن کی کواڑ آئی اور
دائیں منقطع ہو گیا۔ عمران نے باوجود نواز میں سرکہ بنش دی اور سیور کریشل پر
رکھ دیا۔ غورزی دینک میز کے قریب ہی کھڑکھ سوچا۔ پھر سیور آٹھا کر
ٹوئیل کیے۔ پھر کئی بار کی کوشش کے بعد دوسری طرف کار سیور آٹھا تھا اور ایک
بھرن ہوئی سن سوائی آواز آئی تھی۔ ”سیور۔“

”جولیا...! یہ میں ہوں۔“ اس نے مارتھ میں کہا۔

”کہاں ہو۔ کیسے ہو۔“

”جہاں بھی ہوں ٹھیک ہوں... لڑکی کا کیا حال ہے۔“

”شاید وہ کچھ بتانا چاہتی ہے۔ لیکن تمہاری ہدایت کے مطابق نہ اس سے کچھ

پوچھ جا رہا ہے۔ ورنہ اس کے کسی سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ

ایک اطلاع اور بھی ہے۔“

”جلدی سے کہہ جاؤ۔“

”صفر اور نیو بھی کسی کو سامنے ہیں اور تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔“

”کسے لائے ہیں...“

”وہ ابھی بے ہوش ہی ہے۔ نام وہ دونوں بھی نہیں جانتے۔“

”ابھی بات ہے۔ یہاں آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور سیور کریشل پر رکھ دیا

س چھوٹی کمرات میں وہ تہا تھا۔ باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھا اور اس کمرات کی

خوف دہان ہو گیا جہاں اس کے دوسرے ساتھی مقیم تھے۔

باہر بازو کی قیٹف پر مدد کی تھی۔ لیکن اس کے چہرے سے اذراہ کرنا مشکل تھا
کہ وہ کسی جسمانی اذیت میں مبتلا ہے! جویا برآمد ہی میں منتظر مل اس کے ساتھ
صفر بھی تھا۔

”کسے کیوں لائے ہو؟“ عمران نے صفر سے پوچھا۔ ”وہ اسے بتانے لگا کہ کس
طرح سب کا ایک ساتھی لا تھو لگا ہے جس نے اسے قتل کر دینے کا ذریعہ تھا۔“
”کیا اب ہوش میں ہے؟“

”نہ صرف ہوش میں ہے بلکہ بہت بڑی بڑی دھمکیاں بھی دے رہا ہے۔“

”تم تھو... نہ تھو۔ ہارو کیسا ہے؟“ جویا بول پڑی۔

”تھک ہے۔ چلو۔ وہ کہاں ہے؟“ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

پھر غیٹ کر صفر سے پوچھا ”تم نے اس پر یہ تو ظاہر نہیں کر دیا کہ اسے یہاں کیوں

لایا گیا ہے۔“

”قطع نہیں۔ کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ ہم تو ابھی تک صرف اس کی دھمکیاں

سننے رہے ہیں!۔“

”ٹھیک ہے۔“

”صفر عمران کو اس کے سامنے لایا جہاں اسے بند کر رکھا تھا۔ جویا ان کے

ساتھ نہیں آتی تھی۔ وہ انہیں دیکھتے ہی کرسی سے اٹھ گیا اور خوش آ آکھوں سے

گھورتا رہا۔“

”جس مل عمران ہوں... اور تمہیں یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ مجھے ٹھکانے

لگا دو۔“

صفر نے اپنا رویہ اور نکال دیا تھا جس کا رخ اس کی جانب تھا۔

”ست... تم... عمران... وہ بھلا کر رہ گیا۔“

”ہاں۔ میں تم جیسوں کو زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ فوزیہ بھی یہیں ہے۔ مجھے قتل کر کے اُسے نکال دے جاؤ...“

”آخر... تم چاہتے کیا ہو؟“ اس نے بید زہم بیسے میں پوچھا۔

”وہی جو یہاں کا ہنزو چاہتا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”وہ عورتاں کو انسانی فرائض کے درشن۔“

”محض اسی سے بات کے لیے دو قتل کر دے۔“

”تفصیل کے بعد نہیں؟“ عمران ٹسکڑا کر بولا۔

”ایک وہ جو تو اسٹیلٹ میں پایا گیا تھا۔ اور دوسرا وہ جو کہ ہنزہ والوں سے میں

ملاقاتھا۔“

”اچھا یاد آیا۔ ہاں تو اسٹیلٹ والا۔ فوزیہ کا ٹھکانہ تھا۔ اور دوسرا یہاں کا۔“

”دس ہنزہ بدمعاش۔“

”اور اس لیے تیسرا جرم تم لوگوں سے سرزد ہوا ہے کہ بے خبری میں مجھ پر حملہ

کیا اور بے ہوش کر کے یہاں اٹھا لائے۔“

”چھٹا کہو... کیونکہ فوزیہ بھی ہمارے پاس ہے۔ اور انجکشن نفیب۔“

”ہو نے لی بنا پر ڈیٹیاں رگڑ رہی ہے؟“ اس کا ٹھیکہ دراصل بھی معلوم کرنا پڑتا

تھا کہ اُسے انجکشن کہاں سے دستیاب ہوتے ہیں۔“

”اچھا تو پھر۔“

”جیسے ہی مجھے علم ہوا میں نے اُسے قتل کر دیا کیونکہ اس کی محبوبہ کے لیے

انجکشن میں ہی فراہم کرتا تھا۔“

”وہ کچھ نہ بولا۔ کشتی سے ہونٹ بیٹھے عمران کو گھورتا رہا۔“

”عمران نے کہا: ”اب تمہاری بچت اس میں ہے کہ مہرہب کے خلاف ہرگز ای

ملا نہ ہو جاؤ۔“

”میں کسی مہرہب کو نہیں چاہتا۔“

”وہ اچھا تو پھر اپنا ہی نام بتا دو۔“

”میں تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں!“ اس نے کہا۔

”کیا نہ ہو۔“ عمران مسکڑ کر بولا۔ ”میرے پاس سو دس ہزاری کے لیے کچھ بھی

نہیں ہے۔“

”اُس نے کی کوشش نہ کرو... مجھ جانتے ہیں کہ تم بلیک میجر ہو۔ اور جب تمہارا

شکار بلیک میل ہونے سے آزاد کر دیتا ہے تو تم لوہیں کے خبر لی جاتے ہو۔“

”بہت خوب امر ہے مطلق تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں!“

”نہایت سوداگر کے تم کہتے ہیں نہیں رہو گے۔“

”اگر یہ بات ہے تو تمہاری گفتگو دوست دماغوں میں ہونی چاہیے...“ عمران

نے کہا۔

”میرا بھی ہی مشورہ ہے۔“

”میں نے تمہارا نام پوچھا تھا۔“

”ساجد حمادی... بھلا تمہیں کتہم بھی نہیں ہوں۔ اگر وہ لوگ فوزیہ پر

ہجرت تمہارے ہی قبیلے میں ہے تو اُسے بھی اس گفتگو میں شریک کر سکتے ہو۔“

”میں مجھے ہی سوچ رہا تھا۔“ عمران سر ہلاتے ہوئے۔ ”بھلا صدر کی طرف دوڑ کر بول

رہا اور سو سو نہیں رکھو...“ فوزیہ کو یہاں ڈاکٹر ساجد حمادی سے آپک لانا

باقی ہوں گی۔

”صدف نے خاموشی سے تسلیم کی۔ ساجد حمادی عیب نظروں سے عمران کی طرف

دیکھنے جا رہا تھا۔ دفعہ اُس سے اُس پر پھونک لگا دی... عمران نے بڑی پھرتی

سے جھک کر اُسے اپنی نینت پر لیا اور دوسری طرف مچال دیا۔ ساجد کا سر اسے وال دیوار ٹکرایا تھا! اوندھے منہ فرش پر چلا پھر کمر چوٹ نے فوری طور پر اسے جھک سے باز رکھا۔

”ساجد بھلوان! میرے ساتھ محتاط رہو۔ مجھے علم ہے کہ تم فزی اسٹنڈل کشتیوں میں بہت نام کیا چکے ہو۔“ عمران نے سر جھپٹے میں کہا۔ ”کیا تم بھول گئے ہو کہ کتنی عداوت چاقو بزدل کے اٹھوں میں لگے ہوئے چاقو سے ادریں بالکل تھتا تھا!“

ساجد اٹھ گیا اور ڈھٹائی سے منہس کر بولا، ”میں صرف اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ حقیقت وہی شخص ہونا جس کا چہرہ مستعار ہوں۔“

”اب بھی اطمینان نہ ہو اگر تو مزید ہاتھ پیر ہلا دیکھو۔“

”وہ نہیں۔ بس! میں اب مطمئن ہوں۔۔۔“

”بہتر جاؤ۔“ عمران نے کمر کی طرف اشارہ کیا۔

وہ میچ لگا اور اس طرح ٹسکونار مارا۔ جیسے ابھی تک بچوں کی طرح لالچی کر شاد مچ کر رہا ہو۔ اتنے میں صفد فوزیہ کو بھی لے آیا۔ اس کا چہرہ مشت و لالچ اور آنکھوں کے نیچے سیاہ منقہ بہت نمایاں نظر آنے لگے تھے۔ عمران پر نظر پڑتے ہی گھٹکیاں بد خدا کے لیے کھجے پر دم کر دی۔ ”میں سب کچھ یادوں کی!“

”لا تم کی بجا دو گی؟“ دفعہ ساجد مگر تیار اور وہ چونک کر اسے اس طرح دیکھ لگے جیسے وہ ان اس کی معذرت سے لاعلم ہی ہو۔

”وقت۔ تم۔“ وہ ہلکا کر رہ گیا!

”تم اپنی زبان تعقل بند رکھو گ!۔۔۔“ ساجد نے سخت جیسے میں کہا!

”وہ صر ساجد جمالی۔۔۔ یہ تمہارا ڈرائنگ روم نہیں ہے!“ عمرای بولا۔

”اب تم اسے واپس بھیج سکتے ہو۔“ ساجد نے کہا! ”میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ فوزیہ ہے بھی یا نہیں۔“

”ہے نا۔“ عمران نے مسکرا کر بوجھا۔ پھر ایک ایک بچہ منجیدہ نظر آنے لگا۔ ساتھ ہی سب وہ ساجد کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس کے حق میں کوئی خطرناک فیصلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ”اگر وہ ساجد کے توڑ بھی اچکے نہیں تھے!“

عمران نے فوزیہ کی طرف ہاتھ دبا کر صفد سے کہا، ”اے واپس لے جاؤ اور اکٹھس دے دو۔“ سلمان میرے پر لپک لپک میں موجود ہے!“

صفد اُسے واپس لے گیا۔۔۔ اور عمران نے ساجد سے سوال کیا، ”تم نے کس سیٹے میں اُسے زبان بند رکھنے کی ہدایت کی ہے؟“

”میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔“

”اپنے وکیل کی مجروری میں بھی نہیں!“ عمران نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں پوچھا۔ وہ سختی سے ہونٹ جھنجھکا۔۔۔

”یہ تمہیں ایک ایک بچہ لگا ہوا ہے۔“ عمران نے سراجد۔۔۔ تم تو مجھ سے کاروباری لنگھو کرنے مار رہے تھے۔۔۔“

وہ اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ آخر عمران نے کہا، ”لیکن فوزیہ کو دیکھتے ہی تم نے پناہ واہ بدل دیا اور اسے بھی زبان بند رکھنے کا حکم دے دیا!“

”میں ایک معزز شہری ہوں اور تم نے مجھے جس بے جاں رکھ چھوڑا ہے اس کے لیے تمہیں عداوت میں جو ابدہ ہونا پڑے گا!“

”یہ تو میں! پھر تم جانتا ہو کہ تم کس قسم کے معزز شہری ہو!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اگر اسے حکایت کے قتل میں تمہارا ہی ہاتھ ہے۔“ جنوں نے کھجے پر کھلایا تھا، ”اب اسے کی گتے تھے۔ تم سب کے لیے معاوضے پر کام کر رہے ہو۔“

کچھ جاؤ۔ زبان تہداری اپنی ہے!“ ساجد سر ہلا کر بولا۔

صفد واپس آگیا اور عمران سخت ہو بولا، ”اسے بدمعاش احمد اس سے اعتراف دے کہ یہ فوزیہ کے قتل میں ملوث ہے اور مجھ پر حملہ کرنے والے تیروں

صدر دروازے تک پہنچ چکا تھا۔

یہ مونا زامی کے آدمی تھے۔
”تم جتنا ڈر گئے! سادھڑا گیا۔“

لیکن قرآن اس کی حالت خود دیکھ کر صغیر سے بولا: ”دو پار لیلیاں یا ایک آدھ دانت ڈٹ جلتا۔ ابھی پائل اس وقت تک ہماری رکھت جب تک یہ اعتراض نہ کرے۔“
اس کمرے سے نکل کر قرآن جو لیا کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ دروازے پر لگا سی دھمک دی۔

”اب کیا سونے میں نہیں دو گے! اندر سے آواز آئی۔“

”ابھی اچھا... سو جاؤ...“
”صدا کی کیسی ہے!“ جو لیا نے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے شب خرابی کے لباس پر گاؤں پہن رکھا تھا۔

”میں اندر نہیں آؤں گا۔ صدیق کا بیٹا م۔“

”ابھی ابھی اس نے اطلاع دی ہے کہ کمرے کے آدمی ایک برقع پوش عورت کے رشتہ محل کے قریب آتا رہے ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد عورت سفر تو آتا کر سوٹ کپس میں رکھ لیا اور پیر پٹا کر وارث محل کی کپڑاؤں میں داخل ہو گئی۔“
”شکریہ...“

”کیا تم پھر واپس جا رہے ہو؟“

”نہیں۔۔۔ ذرا فوراً سے دو چار باتیں ہوں گی...“
”میرا خیال ہے کہ تم اس سے شکوہ... میں اسے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔“ جو لیا نے کہا۔

”بھئی تمہاری مرضی۔۔۔ اوکے... بائی بائی۔“

”خیر! بڑا خیال رکھنا!“ جو لیا نے دہرائی اور میں کہا کہ کوئی اتنی دیر میں ورنہ

شکل حیران رہ گئی۔ ایک منٹ اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اور وہ بھی گم سم کھڑی تھی۔
”یہ تو... بہو بڑی چہرہ۔ مونا زامی کی برعکس کے سامنے کھڑی کر دی جاتی تو، اصل ایسا ہی لگتا جیسے سینے کے ساتھ کھڑی ہو۔“

بالآخر اس نے کھڑی سی انگلی میں کہا: ”تم بہت ہرمان معلوم ہوتی ہو۔“
”اے... خوش آمدید...۔۔۔“ وہ چل چوٹ کر بولی کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔“
پھر اس نے فوری اس کے ہاتھ سے سوٹ کپس لے لیا اور اسے ایک ملازم کو تحانی بولی ہوئی۔ اسے لے جاؤ اور اس کمرے میں رکھ دو جہاں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“

غلام سوٹ کپس لے کر چلا گیا اور شقی اسے نشست دے کرے میں سے آئی۔
”کچھ کھانے پینے کی خواہش ہو۔ لیکن شراب۔۔۔ پیش کر سکیں گی۔ جہاں سے یہاں کوئی نہیں پیت۔“ شقی نے کہا۔

”دو تھیں اس کی ضرورت نہیں۔ کھانا بھی کھا چکی ہوں۔ البتہ اگر کافی پلو، سکوتو شکر گزار بولی گی۔“

”خیر حذر!“ شقی انگلی بولی ہوئی میں ابھی آئی۔“

”کچھ میں چن کر اس نے خانا مل سے کافی کے لیے کہا اور شینگ روم میں واپس آئی ہی تھی کہ شقی کی انگلی اس نے ریسورڈ اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سہراپ کی آواز آئی: ”میں شکریہ گزارا ہوں محترمہ۔“

”کوئی بات نہیں۔ مجھے خوش ہے کہ سب سے پہلے میں نے اسے دلچیا!“

”ہاں بوجھا ملتا ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے

”کافی جلد ہی آجائے گی اور جس چیز کی ضرورت ہوئے کلفٹن سے کہہ دیا۔“
”مذہب۔ مذہب۔ تم بہت بہانہ معلوم کرتی ہو۔ میرا سابقہ زیادہ تر سخت گیر لوگوں
سے تیار رہے۔ میں بہت مظلوم ہوں۔“

”سن کر انہوں نے ہوا۔“

”میں نہیں جانتی کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔ لیکن اطالوی دوائی سے
رول سکتی ہوں۔ انفلش انچ نہیں ہے۔ اعتدال کے ساتھ نہیں ہوں سکتی۔ چنانچہ میں
ایچ ساقی انجیر بریان کر یا رہی ہوں۔“

”میں نے تمہاری خاموشی، انفلش بول سکتی ہوئے مٹانے کہا۔ میں اطالوی سے نااہل ہوں۔ یورپی
نہ توں ہی معرفت انفلش بول اور سمجھ سکتی ہوں۔“

”تمہاری انفلش بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔“

”شکریہ۔“

”اتنے میں ایک ملازمہ کافی کی ٹرائل لے آیا۔ اس پر کھانے کی بھی کچھ چیزیں نظر
آ رہی تھیں۔“

”میں نے ملازمہ سے کہہ دیا کہ وہ کھانے کے لیے کافی آؤٹ لیسٹ اور نوٹس سے معاف
کر کے دیں۔ آؤٹ لیسٹ اور نوٹس کے لحاظ میں اسی تبدیلی کروں نہ صرف
کا میں صرف نہ نہیں کہ صرف پر مٹائیں۔ اس کے بعد وہ لاٹھری میں پہنچ کر مرزا
کی کال کا انتظار کرتے گئی۔“

”ملازمہ کو بدلت کر کافی مٹی کر دے اس کی وہابی نمک ڈرائنگ روپی میں چھڑے
توڑی چھوٹی۔ انفلش دے بھی بول سکتا تھا۔“

”بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ ٹھیک دسویں منٹ پہنچ گئی تھی اور اس
نے مغلطی نہ آؤٹ لیسٹ دیکھ کر دیکھا۔“

”وہیے ایک ضروری بات سے آگاہ کروں۔ وہ کسی قدر دماغ سے اتری ہوئی
ہے۔۔۔ میں نہیں خطرناک نہیں ہوجاؤں۔ بس اس کی بات کا اعتبار نہ کیجیے گا۔“
”ہم۔۔۔ میں نہیں سمجھتی۔“

”کبھی کبھی ذہنی مدد سکتی ہے اور وہ ناقابل غم میں کیسے لگتی ہے۔ جھوٹ بھی
بولتی ہے۔ مثلاً یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ آپ کے گھر میں ایسے بھیجی گئی ہے کہ آپ کو
قتل کر دے یا آپ کی تجویز کا صفایا کر دے۔۔۔ اپنے ہاں میں مجھ پر عجیب فتنے
بھی شفا سکتے ہیں۔“

”ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ قتل نے غریب سانس لے کر کہا۔“

”میں نے سوچا آپ کو آگاہ کروں۔۔۔ کہیں آپ پریشان نہ ہوجائیں۔“

”شکریہ! میں خیال رکھوں گی لیکن آپ بھی اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔ صرف دو دن
کی بات ہوئی تھی۔“

”مغلطی نہ کیے۔ اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اچھا شب بخیر۔“

”شب بخیر۔۔۔“ مٹی نے کہا اور دوسری طرف انفی رائے آؤٹ لیسٹ کر دیا۔

”مرزا کی پرکھ دیا۔“
”نورانی پھر مٹی کی۔ اس نے ریسورٹس کا کان سے لگایا۔ اس بار مٹی کی آؤٹ
سنانی دیکھی۔“

”پہنچی یا نہیں؟“

”ہاں دس منٹ بعد پھر مٹی کرنا۔“ کہہ کر اس نے ریسورٹس کی پرکھ دیا اور
نوٹس کے پاس آؤٹ لیسٹ۔“

”تمہارا نام روٹیا ہے نا؟“ اس نے اس سے پوچھا۔

”ہاں اور تمہارا؟“

”مٹی۔“

”میرا خیال ہے کہ دس مہینے ہو گئے! مرن کی ہوا آتی ہے۔“

”تم کچھ اسباب ضروری کا نام لے۔ اب پھر فرمائیے۔“

”یہیں چاہتی ہوں کہ جب تک وہ یہاں رہے تم بھی رہو۔“

”میں نے کب تکار کیا ہے اس سے“

”تو میری آؤ۔ میں لاٹھری میں رہنا بوجھ تھا تمہیں!“

در دیکھو میں اسی وقت لاٹری برقی تک پہنچ سکوں گا جب چوکیا۔ غافل ہو

جائے۔ خیر تم تباؤ کیا رہی؟

اور وہ آگئی ہے اور اس وقت ڈرائیگ روم میں بھیجی کافی پی رہی ہے۔

کمال اس کی موجودگی میں ریسپر نہیں کہتا چاہتی مگر اس لیے دس منٹ بعد لہو بہا

کی عکس

” میں سمجھ گیا تھا۔“

عیر شبل نے آتے سہراب کی کال کے بارے میں بتاتے ہوئے یوں گفتگو

دوسرا وی لکھی۔

فاسون شا جکر ہے!

” لیکن مجھے کسی حیکمت سے کیا سروکار... یہاں تو ڈیڑی بجی نہیں رہتے کہ نہی

کا کوئی معاملہ سمجھا جاسکتا... کیونکہ وہ متحدہ خارجہ سے تعلق رکھتے ہیں؛

”تم اسنے بیٹوں کے مارے میں اتنی ڈمپیں کیوں مارتی ہو...“

۴۰ کیا مطلب ہے؟

وتم نے جتنا تھا کہ تمہارے ٹیڈی بیکر ٹری میں۔ جب کہ میگ ٹری صاحب:

یہی دشمنان ہوئے ہیں اور نہ فی الحاصل مرتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں۔

”ہو سکتا ہے بے خدائی میں کہہ دیا مگر ہاتھیں غلط پلو آ رہی ہیں۔ ڈیڑھی سیگرنٹی

توڑ سدا ہر رشتے میں صبر سے خاکوں لگنے میں !

• یہ تھانہ کیا فخر دے گا؟

”اے اللہ! ہمارے لیے سچے رسول... اے اللہ! تعالیٰ کر پوری۔“

”خیر... خیر۔۔۔ کیا نہ ممکن ہو، ہر شے کے میں عجبیہ مارک کی طرف سے مجاہدوں اور اہل

”خیر... خیر۔۔۔ یہاں یہ ممکن نہیں ہے کہ ایسی ہی پارٹی کی شرکت کے باعث ہمارے
 بزرگ و اعلیٰ دست بڑھ کر رہے۔ اگر اس اسٹ ہاٹ کے ذریعے سے اوپر پہنچنے میں

بازوئی لیلیف بہت
شمار مرگ مرگ

دستواری ہول - ۱۰

”عقربہ نہ کھا، نہ پیا، نہ سو، نہ بول، نہ چل، نہ بیٹھ، نہ کھڑا ہو، نہ کھڑکھڑائی، نہ ٹٹ آف کر دینا۔“

”کسی دردِ ہزل و محول دینا... اور ادھر قریب پہنچنا“

”اٹھنا زیادہ جاسے جو یہاں کے بارے میں
 اور کاموں میں انہیں سمجھنا“

وہ کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔

”اچھی بات ہے ایسی نہیں۔۔۔ آپ کی زندگی کے لیے یہ سب کچھ ضروری ہے۔“

دو پھر وہ بیچے کی اور اس طرف پہل پڑی جب دھڑ سے عمران سے واسے ہوا اسکا نام

کرناتھ۔ اس میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

محمد نیک موم میں یونیا ملازم کو کچھ بجائے لی کو جس لڑکوں پال لی

پھر سلی کو دیکھتے ہی مجلس بڑی۔

۱۰ میں اسے بتا رہی
ہوں کہ اسے

بالا خر وضاحت کی!

سکے ملایم کو جا بے کا اشارہ کیا اور یوٹیا سے بولی: اب چلو میں

تہیں، تمہاری خواب گاہ تک پہنچا دوں۔

”کیا مجھے تنہا سونا پڑے گا؟“ وہ پریشان ہو کر بولی۔

”ہاں ہم سب الگ الگ کمروں میں سو رہے ہیں،“

”ہو کر یوں؟“

”کیا یہ خوفزدہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، جو کچھ میں نے تمہیں ابھی بتایا ہے“
”میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکتی۔“

”کیا میں سمجھیں؟“
”یہی کہ تمہیں فلمی ہی نہیں کہ قمر سرب کے پاس کیسے پہنچیں۔“

”اس کے لیے میں قسم کی سکتی ہوں!“

”اور تمہیں سہرا سے روک شکایت بھی نہیں۔“

”ہے کیوں نہیں؟ میں اس سے بہت خوفزدہ ہوں۔ چنانچہ میں وہ کیا چاہتا
ہے اور میرے توسط سے کیا کرنا چاہتا ہے؟“

”کیا تمہیں اپنے والدین یاد ہیں۔؟“

”جہیں؟ میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں و میرا سر گھومنے لگتا ہے۔“

”تم نے سہرا سے اپنے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی ہوگی؟“

”ظاہر ہے... لیکن اس کا جواب میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

”وہ کیا کہتا ہے؟“

”یہی کہ میں نے تمہیں یکساں ہنر و ڈانریں خریدی ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کس سے
خریدا ہے تو وہ کسی جرم کا نام بتاتا ہے۔“

”بہاں کیوں سمجھ رہا ہے تمہیں؟“

”کہہ رہا تھا کہ کوئی بد معاشر آدمی مجھے اس سے جہین لینا چاہتا ہے۔ اب ہم
یہ بتاؤ کہ کتنی مشکل میں ہے میری زندگی۔“

”و قتی بڑی عجیب بات ہے۔“ شل نے کہا۔ ”اس کے بارے میں
سہرا کی ہدایات یاد تھے لیکن جو اس نے اس کے پیچھے کے بعد ہی فون پر
دی تھیں۔“

”تم لوگ بہت دولت مند معلوم ہوتے ہو... مجھے اپنے والدین سے بھی ملاؤ۔“

”فی الحال وہ سب باہر گئے ہوئے ہیں میں تنہا ہوں۔۔۔“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں ملاؤ۔؟“

”وہاں ایک ہی بستر ہے۔“

”میرے لیے فرش پر انتظام کر دینا کسی وجہ سے میں تنہا نہیں رہتا چاہتی۔“

”ڈر لگتا ہے؟“ شل نے پوچھی۔

”یہی سمجھ لو۔“

”کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم کو ناگزیر اکی فاسی ہوگا؟“

”وہ میں نہیں جانتی،“ ”تو نے مجھے بتایا ہے کہ میرا نام ویسا ہے اور میں گونا گیز

کی فاسی ہوں۔“

”اس نے بتایا ہے۔؟“

”اس نے جس نے یہاں بھیجا ہے۔“

”تمہاری ماما سہرا اب سے ہے؟“

”ہاں... سہرا اب کہتا ہے کہ میں اس کی ماڈل ہوں لیکن اس نے میری وہ تصویریں
کی جانیں۔۔۔ تم خود سوچو... ملاؤں کا مطلب یہ ہے کہ تصویر بناتے وقت ماڈل

سامنے ہوں۔ لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس نے کبھی مجھے سامنے بٹھا کر کوئی تصویر
بنائی ہو۔“

”و قتی بڑی عجیب بات۔۔۔“

”اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مجھے علم نہیں کہ میں سہرا اب کے ہی
کس طرح پہنچی۔۔۔ کیونکہ اس سے پہلے میں جہیں تھی وہاں کے لوگ جرم بولتے تھے۔“

”تم بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو۔“

”میں بہت خوفزدہ ہوں۔“

”مجھے تمہارے چہرے پر ایسا منت کا نور نظر آ رہا ہے۔“ وہ شکی کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی ”تم ضرور میری مدد کرو گی۔“

”میں کس طرح تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“ شعل نے پوچھا۔

”مجھے کہیں چھپا دو اور سہراپ سے کہہ دینا کہ میں تمہیں اطلاع دیتے بغیر نہیں

چلی گی۔“

شعل جھکر کر رہ گئی اس کی درخواست پر اس کا جواب یہ ہونا پاپیہ اگر وہ

بقول سہراپ کسی قدر دماغ سے اتاری ہوئی ہے۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ سہراپ

نے اس کے بارے میں کچھ ہی لولا ہو۔ آخر اس نے بیک میں ہی کھینچ کر لے لی ہر روز

کی تھی۔ وہ کوئی چھپا آدمی تو تھا نہیں۔ اس مرتبے پر بھی شعل کو عمران کے مشورے

کی ضرورت تھی۔

”میں اس معاملے پر فوراً کروں گی۔“ اس نے یونیا سے کہا۔

”خود کرو گی۔“ وہ حیرت سے بولی میں یہ خود کرنے کی کیا بات ہے کسی

محبت زد کی مدد کرنے کے سلسلے میں خود وقت کا یہ کام

وہ میں سوچ رہی ہوں کہ مجھ سے جھوٹ بڑا بھی جسے کایا نہیں ہے۔

”تم مجھے ایک بڑے آدمی سے نجات دلاؤ گی۔ لہذا جھوٹ نہیں ہو گا۔

اسے حکمت عمل کہیں گے۔“

”اچھا۔“ شعل نے ہلا کر بولی۔ تم یہاں دو دن مقیم رہو گی اس دوران میں

کوئی تدبیر کر لی جائے گی۔“

”لیکن مجھے اپنے ہی کمرے میں سنانا۔ تنہا نہیں سوں گی۔“

”اچھا۔“ چھو۔۔۔ میں اپنی خوابگاہ میں ایک دیوانہ ڈال دے دوں گی۔۔۔

شعل۔ کہا اور پھر ڈرائیونگ روم سے نکل آئی ملازمہ دھڑکے سے سامنے

تھے کہ وہ دونوں سونے کے لیے چلے جاتیں تو خود بھی اپنے ٹھکانے سے نہیں

شعل انہیں ہدایات دے کر اسی جانب چل پڑی۔ جدھر سے عمران کو داخل ہونا

تھا۔ اس طرف کا دروازہ بند ملا۔ عمران نے داخل ہو کر دروازہ ہلکا کر دیا تھا

اور اب وہ لاٹھری میں ہو گا۔ یہی سوچتی ہوئی ادھری سڑک کے زینوں کی طرف بڑھی

لیکن لاٹھری میں پہنچ کر حیرت مندی رہ گئی۔ غریب کی بجائے وہاں سہراپ نظر آیا

تھا۔ اور اس طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے کسی چیز کی تلاش میں ہو۔ شعل کا

پارہ جڑھ گیا وہ درجہ کر بولی یہ کیا حرکت ہے۔“

”مگر مہرے کی ضرورت نہیں۔“ سہراپ نے تلخ ہنس میں کہا۔ میں اب ایسا آدمی کا

یہ بھی کرتا ہوں یہاں پہنچ بول جو مردوں کی طرح غصے پارک سے یہاں داخل ہو گا۔

”جو مرد کی طرح داخل ہوا تھا۔“ شعل نے حیرت سے کہا۔ ”لیکن آپ یہاں

کیا کر رہے تھے۔“

”یونیا کا تحفظ کرنا میری ذمہ داری ہے۔“

”اگر اسے یہاں غیر محفوظ سمجھتے تھے تو یونیا کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر سیدھے

اسی طرف کیوں پہنچے آئے۔“

”اور آپ کیوں آئیں۔“

”مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی دیوں سے گزرا ہو۔۔۔ ملازموں کا بغیر

اعانت آپر جانا منع ہے۔“

”میں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ وہ بھی ادھری رہے۔“

”میں یقین نہیں کر سکتی۔“ شعلی وہ زندہ بند رہتا ہے۔ یا پھر جو سکتا ہے وہ

کوئی ملازمہ ہی رہا ہو۔ میں بھی معلوم کرتی ہوں۔۔۔“

”دیکھ کس کی خواب گاہ ہے۔“ سہراپ نے دائرہ جان کی خوب گاہ کی طرف

دکھا کھڑک پر پوچھی۔ شعل کو پھر غصہ نہیں۔

”تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔۔۔ میں یہی کہانی بتا رہی ہوں کہ اسے پناہ

دے دی ہے۔“

"میں دوسری بات سمجھ رہا ہوں محمد!"
 "کہو صبر سے... تمہارا یہاں ٹھہرنے کا مناسب نہیں ہے۔"
 "حالاں کہ میں اب جیسے ٹھہرنے کی سوچ رہا ہوں۔"
 "تم خوش ہیں یہاں نہیں؟"

"میں بالکل خوش میں ہوں۔ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ یہاں ملازم میں مجازت حاصل ہے بغیر نہیں آسکتے تو یہی جگہ میرے لیے حد درجہ سبب رہے گی اور میں قریب رہ کر نوٹس کی حفاظت کر سکتا ہوں گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ کے ملازمین کو بھی مدد نہیں ہو سکتے گا کہ میں یہاں موجود ہوں۔"
 "میں اس پر تیار نہیں ہو سکتی، تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"
 "محمد! آپ ایک بہت ہی خطرے سے دوچار ہیں۔ سر عقیق دروازہ سے آنے والے آپ کا کوئی ملازم تھا، اس نے دروازے کو کھٹک کر دیا اور اندر داخل ہو جانے کے بعد اس نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔ یہی تو میں اندر پہنچ سکا!"

"وہ ہو سکتا ہے اسے دوبارہ دہرایا جائے گا۔"
 "نہیں وہ دہرایا جاتا۔ اور پھر یہاں سے اس کی واپسی نہیں ہونی چاہی۔"
 "یہاں سے آسمان کی طرف پرواز کر گیا ہوگا۔" شعل نے طنز پر جیسے میں کہا۔
 "آپ میری بات پر یقین کریں نہیں کریں۔ وہ آپ پر ہی باقی۔ یہ کوئی دوا لایا نہیں یہاں موجود ہے!"

"اگر تیرا تو آسمان کی طرف پرواز کر جانے والی بات نہ کرتی..."
 "تو یہ دھڑکتے ہیں آپ کو دیکھیں۔ اس کے ایک ٹکڑی ٹکڑی ٹکڑی ٹکڑی ٹکڑی ہے۔
 "جس کے قریب سے اکر دھڑکتے پائپ گذر رہا ہے۔"

"وہ اکر دھڑکتے پائپ کے سہارے نیچے اتر گیا ہوگا!"
 "شل نہیں پڑی اور بولی۔" عجیب الحق آدمی تھا کہ دروازے سے داخل ہوا۔ "یانیہ کے سہارے نیچے اتر کر پھر باہر چلا گیا!"
 "حق! الحق!" سہارہ اٹھ اٹھا کر بولا "ہو سکتا ہے وہی الحق ہو جس کے ساتھ آپ دونوں نے کہہ خیر بولے ہیں کہ ناگیا تھا۔"
 "وہ اچھا تو پھر اہمیت مطلب یہ شعل انھیں نکال کر رہی۔"
 "آپ یہ کیوں معلوم باقی ہیں کہ وہ دو آدمیوں کا قاتل ہے ایک کو مقتول سے مارا اور دوسرے کو مایا ہوئے!"

"دوسرے کو چاقو سے مارنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کے پاس پستول ہی تھا۔"
 "اس قسم کے سوالات میں ذہن کو نہ اچھی دینے۔ آپ کی پوزیشن بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ بچنے، دوڑنے، دھنسنے کا کارپرواز معلوم ہوتا ہے۔ جو نوٹس کو اغوا کر لینا چاہتا ہے۔"

"جہنم میں جاتے ہیں کی نہیں جانتی۔ وہ میری اس سے دوسری ملاقات تھی۔ ایک دن پہلے اس نے میں کو مٹا دیا تھا اور دوسری دفعہ اس سے آرٹ گیلری میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اب اس کے ہماری مدد کی اور ایک چور زینے سے اوپر میز میں بیٹھا ہوا۔"

"وہ چور زینہ نہیں ہے محترمہ، بلکہ میرے آفس سے اوپر جانے کا براہ راست ذریعہ ہے۔"

"اب اس نے ہی بتایا تھا کہ وہ آپ کا آفس ہے!"
 "وہاں میں چور زینہ داخل ہوا تھا۔" سہارہ نے مقدار سے کہا۔
 "آپ کی مدد غرض یہ دوسرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح اس نے آپ سے متعارف ہونے کی کوشش کی تھی۔"

”مگر سول پیدا ہوتا ہے کہ کس لیے؟“

”یہی تو میں دیکھوں گا؟“

”آپ کیوں دیکھیں گے؟ میں نے آپ سے درخواست تو ہیں کی اس معاملے میں ضرور رابطہ کرتا ہوں۔“

”آپ تو مجھے دیکھنا ہی پیش لگا کہ کہیں وہ اکی ذی اثر آدمی کا کار پر در تو نہیں ہے؟“

”کس ذی اثر آدمی کی بات کر رہے ہیں؟“

”بعض وجہ کی بنا پر اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا!“

”ہو گا وہ بھی جہنم ہی جائے۔ اب میں آپ سے پوچھتی ہوں کیا یہ گھر محفوظ ہے؟“

”میں نہیں سمجھا!“

”وہ نہ۔ کیا کسی کے کان پر چون نہ رہی۔ آپ تشریف دے کر کسی کو نہ نہ ہو سکا۔ اگر مجھے اب ضروری کام یاد نہ آگیا ہوتا تو میں بھی ادھر تہہ روتی جہود لوشیا میاں کیسے محفوظ رہ سکتی ہے!“

”مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ واقعی یہ مہارت محفوظ نہیں ہے۔ معمولی چور اپنے گھر یہاں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے میں بھی یہاں قیام کرنے پر مجبور ہو گیا!“

”شکل کو کچھ غلط آئے آتے رہ گیا۔ بڑی عجیب پوزیشن میں تھی۔ پولیس سے رجوع کرنے کے لئے تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ملازموں کو بلائی تب بھی بات پر سوس ہی تک جا پہنچی۔ آپ اسے مران واز حد سے آ رہ تھے۔ محض اس کی وجہ تھی یہاں۔ کا باعث بن گیا۔۔۔ آیا تھا۔ لیکن خبر نہ جانتے کہ ان کا نام مولا۔ لیکن سراب کے قیام کے تصور سے ہی دل لرز رہا تھا۔۔۔ کاش وہ پہلے ہی بت کر کے لوٹا

کو شاہ دینے سے انکار کر دیتی۔ تینا نہیں ان حالات کی تہ میں یہ تھا۔ پہلے دوشیا کو بھیجا پھر خود ہمہ تن گیا۔ آخر اسی کا نشان کیوں؟ سہراب نہیں درجی دوشیا

کو رکھ سکتا تھا۔ پھر اس کو فوری یاد آئی۔ آخر اس نے اس پر کیوں نہیں ظاہر ہونے دیا کہ میں اس کے سہراب سے مرسم تھیں۔

”آپ آپ کیا سوچ رہی ہیں؟ دفعۃً سہراب نے پوچھا۔

”یہی کہ جس وقت ذی اثر آدمی میں پڑتی ہوں۔“

”اور اس کی ذمہ داری اس احمق پر ہے جو ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے۔

بہی ہر احمق کیلئے یہاں جہ جہ ناک۔ اس نے پہلے ہی سے اندازہ لگایا تھا۔

کرمیں دوشیا کے سلسلے میں کس دشواری میں پڑ جائے پر کدھر کا رخ کروں گا۔ لہذا اس نے آپ سے بھی جان پوچھ لی کہ کس کی کوشش کی۔“

”میری وہ سہیل تو یہ بھی معذور، بجز ہوئی ہے! اور اس کا منکر بھی آپ کی آرٹ

ٹیکر کی ہی میں ملنا ڈال گیا۔“

”ادھر۔ تو وہ آپ کی سہیل کا ٹیکر تھا۔ بڑی عجیب بات ہے۔ حیرت انگیز۔

شکل آئے ٹوٹنے والے نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ صرف حیرت ظاہر کر

رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اب تو یہ بات آپ کی کہیں آگئی ہوگی کہ میں آپ کے

یہ مخدوش سہیل یاد ہے۔“

”میری تو کہہ رہی کہ میں نہیں آدم۔۔۔ میں سونے جا رہی ہوں! وہ درد نے کی

حرف پڑھتی ہوئی ہوئی۔“

”اور مجھے یقین ہے کہ آپ کوئی غیر ذمہ دار نہ قدم نہیں اٹھائیں گی!“ سہراب نے

شکل ڈرامٹک روم میں دوشیا آئی۔ دوشیا کرسی پر بیٹھنے لگی تھی۔ اس نے اسے

دکھایا اور ہڑٹا کر سیدھی بیٹھ گئی۔

”میری خواہناک میں چلو تھامے سونے کا بھی وہیں انتظار کرنا ہے!“

شکل نے کہا۔ اور وہ اس کا منکر یہاں کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

خواہناک میں سچی وریوں پر سدا دھوڑ کی طرح پانی مار کر بیٹھ گئی۔ خود شکل بھی

یہی بات تھی کہ اس سے مزید کچھ باتیں جو جان تو بہتر تھا۔ بیٹھے کا انداز یہی بار بار تھا کہ شاید وہ بھی غریبی طور پر سوچا ہے یا کارواہ نہیں رکھتی۔

شٹی اُس کے قریب بیٹھ کر آہستہ سے بولی۔ میں نے سوچا تھا کہ تمہاری کچھ مدد کروں لیکن اب یہ ناممکن ہے۔۔۔

”کیوں؟ اب کیوں ناممکن ہے؟ کیا یہاں سونے کی وجہ سے؟“ اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

”نہیں۔ شاید سہراب جانتی تھی کہ تم گزار چرنے کی کوشش کرو گی۔ اس لیے وہ بھی نہیں گیا ہے۔“

”وہ نہیں آگیا ہے۔۔۔“ ٹوٹیا بولکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بیٹھ جاؤ۔“ شٹی ہاتھ اٹھا کر بولی؛ وہ واقعی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لیے کیا کروں۔۔۔ وہ ادب پر مزمل پر چھپ چھپتا ہے۔

”تم۔۔۔ تم۔۔۔ بولیں کو ملے کرو۔۔۔ میری مدد کرو۔۔۔ ٹوٹیا ہلکیا کر بولی۔

”یہی تو نہیں کر سکتی۔۔۔ کیونکہ وہ مجھے بلیک سیل کر رہا ہے؛“

”نہیں!“ ٹوٹیا اچھل بڑی اور کیر و تخت زدگی نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا۔

ایسا لگتا تھا جیسے زبان لٹک ہو کر رہ گئی ہو۔

”تب پھر۔۔۔ تب پھر۔۔۔ تم میرے لیے کیا کر سکو گی؟“ وہ غھوڑی دیر بعد روٹھ کر بولی۔

”میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ نہیں کرو۔۔۔“ شٹی نے کہا۔

”اے۔۔۔ لیکن وہ تمہیں بلیک سیل کر رہا ہے۔ اُس نے تو مجھ سے یہ کہا تھا

”تم اُس کی دوست ہو۔۔۔ میں یہ بھی نہ چاہوں گی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔“ وہ

”عام ہے۔ بے حد غلام۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں۔“

شٹی کو وہ کہانیاں یاد آئیں جی میں یادداشت کھ مٹھنے والے کرداروں کے واقعات پڑے تھے۔ چنانچہ میں سید بخاری پر کیا لکھ رہی ہے؛ اور سہراب اُسے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے؛ وہ اس کا شانزہم ٹھیک کر بولی ”م فکر کرو۔ تمہیں یہیں بیٹھ چھاؤں گی کہ اس کے دھتے بھی نہ تلاش کر پائی گئے۔ اور اُس سے کہہ دوں گی کہ میں تو ہی نیند سو رہی ہوں۔ تم بہت نہیں کب اٹھ کر کہاں چلی گئیں۔“

”کیا یہ ممکن ہے؟“ وہ خوش ہو کر بولی۔

”میں نے کہاں سے کہتا ہوں؟“ شٹی نے آہستہ سے کہا۔

”مگر شب خالی لاہاس پہنا جا رہی ہو تو باقہ روم میں چلی جاؤ۔ ہم روشنی بھی کر اس طرح نہیں گئے۔ جیسے سو گئے ہوں۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔“ وہ سر ہل کر بولی۔

”غھوڑی دیر بعد وہ بنگے کی روشنی بجو گی۔“ ملازمین شاید اس کے منتظر تھے۔

”نہوں نے بھی منتظر دیکھوں گی روٹھنا بھی میں اور سونے کے لیے جیسے گئے لیکن

”اوپر لڑکتی کی کھڑکی اب بھی روشنی نہیں۔۔۔ لیکن کہیں بھی حرس سے۔۔۔“

”نظر نہیں آتے تھے۔“

”قریباً ڈھائی بجے شٹی اٹھ کر دہلیوں کے قریب آئی اور ٹوٹیا کو بنگے کے

لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ بولی: ”میں جاگ رہی ہوں۔۔۔“

”میں۔۔۔ اٹھ چلو۔۔۔“ شٹی نے کہا۔

”کہاں نے جاؤ گی؟“

”نہیں۔۔۔ ایک، سیاتہ خانہ یہاں موجود ہے کہ تم ٹھٹھیں محسوس کیے بغیر وہاں

”ہفتوں سے رہ سکتی ہو۔“

”وہ تلاش تو نہیں کرے گا۔۔۔“

”سوال ہی نہیں پوچھتا۔ میرے علاوہ یہاں اس وقت اور کوئی اُس کے

راستے سے واقف نہیں ہے!

"اوہ... تہ تو شاید میں ہی جاؤں۔"

"وہ دونوں دبے پاؤں خوب گاہ سے نکلیں۔ ویشا کے ہاتھ میں اس کا سوت کیس بھی تھا، چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ایسا سا تھا کہ کہیں کسی جھینگہ کی بھی آواز نہیں آ رہی تھی... کوئلہ راہداری سے گزر کر وہ ایک کمرے میں پہنچیں۔"

"تم یہیں ٹھہرو...! شل نے اسے دروازے کے قریب ہی روکتے ہوئے کہا۔ میں یہیں سے ترخانے کا انوکڑا شیرجہ ڈوگ اور زکراست میں کھوں گی۔ پھر تم نیچے اتر جانا... مجھ سے صبح ملاقات ہوگی۔"

"مہم۔ میں اکیلل رہوں گی۔" وہ ہلکا کر بولی۔

"مجبوری ہے۔ اگر میں نے بھی تمہارا ساتھ دیا تو وہ سمجھ جائے گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے! میں کسی نہ کسی طرح گزاروں گی...! لیکن یہاں تو بڑا اندھیرا ہے۔"

"ترخانہ میں روشنی ہوگی۔ کمرے میں احتیاطاً روشنی نہیں کر دیجی۔"

وہ آگے بڑھی، اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ ویشا اُسے کچھ کرتے دیکھ نہیں سکتی تھی البتہ اس نے کئی طرح کی آوازیں سنیں، اور کمرے کے فرش پر پروار کے قریب ایک روشن مستطیل دکھائی دیا۔ وہاں کسی روشنی کمرے کی گہری تاریکی پر کسی قدر اثر انداز ہوئی تھی۔

شل نے ویشا کے قریب آکر کہا چلو... ترخانے میں اتر جاؤ... پھر کراؤ سے سو جانا... صبح کو صبح سے ملاقات ہوگی...!

ویشا روشنی مستطیل میں اتر گئی... اور شل اس راستے کو بند کرنے ہی جا رہی تھی کہ محبت سے سرگرمی نشانی دی۔

"تم بھی اتر چلو۔"

ساتھ ہی کوئلہ سخت سی چیز پشت پر جمی تھی۔

"کب... کون؟" وہ لرز رہی تھی۔

"مہرباب... اور یہ بے آواز سپنول ہے... چلو... اتر دو..."

"مہم... میں...!" وہ ہلکائی۔

"تمہیں قتل کر کے چپ چاپ نکل جاؤں گا کسی کو کاؤں کان خبر نہ ہوگی۔"

وہ نہ جو کچھ کہوں۔ کرتی رہو...! تمہارے سارے ملازم بے ہوش پڑے ہیں۔"

شور قیامت بھی، نہیں نہ اٹھا سکے گا۔"

شل نے مستطیل میں قدم رکھ دیا...۔ زینے خاصی گہرائی تک چلے گئے تھے

مہرباب اب بھی اس کے پیچھے تھا... ویشا نیچے سرخ کر رہیوں کی طرف مڑی تھی اور

بہنیں نیچے اترتے دیکھ رہی تھیں۔ لیکن شل کو کسی کی آنکھوں میں نہ احتجاج نظر

آیا اور نہ خوفزدگی دکھائی دی۔

جیسے ہی وہ نیچے نیچے ویشا کسی تندہ بک کھڑی ہو گئی... مہرباب نے شل سے

کہا "اب اس راستے کو بند کر دو..."

اس وقت شل، ناکل سونہری کے سے عمارت میں کے احکامات کی تعمیل کر رہی

تھی اس نے غلی میز میں سے فریج پر دوڑی ہاتھوں سے دباؤ ڈالا اور کئی

سی آواز کے ساتھ راستہ بند ہو گیا۔

ترخانہ بہت وسیع تھا جہاں مناسب جگہوں پر مختلف قسم کے فائٹر گھرو

مسلمان رکھے دکھائی دیتے تھے۔

ایک جانب کچھ بستر نظر آئے، کتابوں کی الماریوں کے قریب ایک بڑی میز

چند اشیاء سمیت موجود تھی...۔

مہرباب نے شل سے کہا: "آب یہاں...! الماریاں سے ہم انگور سلکیں گے!"

”اور یہ بھی کوئی بے اطمینانی نہ ہوگی۔ شہنشاہ کی کڑا کر کے بولی۔

”منا سب ہو گا کہ ہم بیٹہ چاہیں۔“ مہراب نے کہا اور شہنشاہ کی کڑیوں کی دھمکی بڑھ گئی۔

وینیکا کتابوں کی اندریوں کے قریب جا کھڑی ہوئی تو شہنشاہ نے اُسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر مہراب کی طرف متوجہ ہوئی۔

مہراب نے وینیکا سے کہا ”تم اپنا کام شروع کر دو۔“ اور وہ اندریوں سے کٹا ہوا نکال نکال کر فرش پر پھیر کر پھینک دی۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ شہنشاہ نے پوچھا۔

”میں صرف ایک کتاب کی تلاش ہے مہراب۔ جس کی قیمت ملکی کرنسی کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اسی پچاسی روپے ہوگی۔۔۔ دو ماہ ہوئے آپ کے والد مسعود ارشد صاحب نے میری درخواست پر جواب دیا تھا کہ آپ کے چاہتے ہیں مہراب نے کہا اور حیرت سے کہیں توڑوں کی ایک لڑائی نکال کر میری پر رکھ دی۔

”یہی نہیں سمجھی۔“

”یہ پانچ ہزار روپے ہیں۔ ہم نے یہ کتاب سب سے پیسے دار حکومت میں آپ کے والد کے کمرے میں تلاش کی تھی۔ لیکن وہاں نہ مل سکی۔ اس وقت میں آپ کی لائبریری میں ایک کتاب میں تلاش کرتا رہا تو وہاں بھی نہ مل سکی۔ لیکن یہاں لازمی طور پر مل جائے گی۔ اور ہم آپ کے والد کی اس عادت سے بخوبی واقف ہیں کہ وہ اپنی کوئی کتاب عاریتاً کسی کو نہیں دیتے خواہ کسی قسم کی کتاب جو۔۔۔ میں یہ بھی مدد تھا کہ اس تہ خانے میں گھر والی قوسمان کے ساتھ وہ کتابیں بھی رکھی جاتی ہیں جن کا لائبریری میں رکھنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔“

”تہ خانے کا علم نہیں ہو سکتا کہ ہمارے ملازمین تک نہیں جانتے کہ یہاں

کوئی تہ خانہ بھی ہے۔۔۔“

”ضرورت پڑی بل ہے مہراب“ مہراب حویل سانس لے کر بولا۔ ”معوذات حاصل کی کرنی پڑتی ہیں۔“

”اور یہ۔۔۔“ شہنشاہ نے وینیکا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”یہ بھی کسی خطرے میں نہیں ہے۔“

”اور نہیں مہراب۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح یہ آپ کی کوٹھی میں داخل ہو جائے آپ کی ہمتان بن کر یہاں اس کتاب کو تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ یہ تو حالات خود بخود میری موافقت میں بدلتے چلے گئے ورنہ اسکو یہ بھی کہ آپ سے اس کی کوئی کڑائی جاتی۔ اور یہ آپ کے ساتھ کچھ دن گزارنے کی کوشش کرتی۔ اس طرح آپ خود ہی اسے اپنا اہمیان بنا لیتے اور یہ وہاں آپ کی لائبریری میں وہ کتاب تلاش کرتے۔ ہم یہ سارا کام نہایت خاموشی سے کرنا چاہتے تھے۔“

”اچھا تو یہ غرض خدو نہ تھا کہ کوئی غلطی نہ ہو۔“

”میں عرض کرتا ہوں۔“

”اور تعجبوں کی غمازش میں بھی صداقت نہیں قلم۔“

”جی نہیں۔ یہ بھی عرض آپ کے لیے کی گئی تھی۔ کسی غیر ہم شخصیت کو آپ اپنی اہمیان کیوں جھٹکے لگیں۔“

”خدا کی پناہ۔ آخر میں کون سا ناول پڑھ رہی ہوں گی۔ اس کتاب میں کسی بہت بڑے خزانے کا سراغ موجود ہے۔“

”نہیں حضرت۔۔۔“ مہراب جس کر بولا، ”وہ سب جیسے کہا بیروں کی باتیں ہیں۔“

”میرزا مجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس کتاب میں ہے کیا جس کے لیے درقلعہ ہوئے فزیر کا منیٹر مارا گیا اور مکرہ نیر بانوسے میں بھی ایک قتل ہوا۔“

”اور پھر یہ مزید پانچ ہزار روپے، ایشیائی نوٹوں کی گنتی کی طرف اشارہ کر کے کہا
”اور اگر آپ چاہیں تو یہ پانچ ہزار روپے کھسکتے ہیں جس سے اس کا تہ کر دیں
کریں کیونکہ وہ کتاب آپ کے نوٹوں کے لیے اتنی اہم نہیں ہے کہ اگر ایک ہزار نوٹوں
کے ذخیرے میں لگی تو انہیں دوبارہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔“

”آؤ کہ کتاب کا عنوان کیا ہے؟“

”میکھیسون کی انفرانسٹنسل کے جدید ترین طریقے!“

”حالانکہ ہم سماجی ترمیمی نہیں ہیں۔“ شل نے ہنس کر کہا۔

”آپ کے ڈیڑی بہت پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کے معاملے میں ان کا ٹیسٹ
یہ ہے کہ جو کچھ بھی پڑھ جائے۔ دنیا کے سارے علوم بیک وقت حاصل کر لیتا
چاہتے ہیں۔“

”شاید آپ نے نہیں بہت قریب سے دیکھا ہے!“

”یہی سمجھئے،“ سہراب سر ہل کر بولا۔ ”لوئیس کی طرف دیکھئے لگا جو بڑے
انجماد سے اس کتاب کی تلاش میں سرگرداں تھی۔“

”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔“ شل نے کہا۔ ”ایس کتاب کی صرف ایک
کی جلد شائع ہوئی تھی۔“

”وہ نہیں تو۔ ہزاروں ک تعداد میں تیار ہوئی ہوگی۔“ سہراب بولا۔

”پھر یہی جلد کیا ہے؟“

”اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکوں گا۔۔۔۔۔“

”کہو گی؟“

”مجھے علم ہی نہیں ہے۔ میں تو شک ہے کہ یہ کام کرنا ممکن ہے۔“

”کس کے لیے؟“

”اس کے لیے۔“ سہراب نے لوئیس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ”اس نے

”ان دونوں وارداتوں کا اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں لیکن وہ قتل ہوا
یہاں تک پہنچنے کا دروازہ ہوتا ہے۔ آرٹ گیلری وال لاش آپ دونوں کو
مکہ خبر دے گا۔ اس سے کئی حق اور کچھ خبر دے گا۔ میں نئی موجودگی کی جاہر
آپ نے وہاں کی میزبان بیٹا منظور کیا تھا۔ ورنہ آپ تو گھاس بھی نہ ڈالتیں۔“

”لیکن میری سہیل نوبہ کہاں ہے، اگر نہ خبر دے گا تو اس سے نکلنے کے بعد جرحی
ہونی ہے تو آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔۔۔۔۔“

”یقین کیجئے محترم۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ اس پر کیا گذری یا وہ کہاں ہے۔
وہ لیکن اس کا ملکیت بھی اسی رات کو مارا گیا تھا۔ اور شاید وہ اس سے واقف
تھی کہ جس لاش کی شناخت کی کارروائی سے پہچنا چاہتی تھی وہ اس کے شبہ کی
لاش تھی۔“

”ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی رہا ہو۔ میں ان معاملات سے لاعلم ہوں۔“

”لیکن مجھے پہلی بار آرٹ گیلری دسی گئی تھی۔“

”وہ دسے جاتی تب بھی آپ کو آرٹ گیلری کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑتا۔ جی ہاں!۔
کے ہر فرد کی خواہش تھی کہ میرے ماڈل کو دیکھیں۔“

”لیکن ماڈل صرف میرے لیے تھا اس لیے وہ وہاں کے باوجود بھی اور کسی کو نہیں
دکھائی گئی۔“ شل نے ہنس کر کہا۔ ”تمہاری دیر میں وہ اپنے اعصاب پر پوری حربہ قابو پا
چکے تھے!“

”جی ہاں حقیقت قریبی ہے۔ اور ہر دن ہال میں بھی جو کچھ میں ہوا محض ڈور
تھا۔ آپ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے۔“

”آخر اس کھڑا کہ برآپ لوگوں نے کتنا خرچ کیا ہوگا۔“

”کچھ نہ تو کچھ بہت خرچ ہوا ہے۔“

” واقعی ہم سے بڑی غلطی ہوئی!“ سوئس نے کہا: ”ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ کتابوں کے معاملے میں تمہارے ڈیڑی سے متعلق جو کچھ می مشہور ہے، بالکل درست ہے۔“
 ”اں تو سہرا ب صاحب!، مثل اس کی طرف مڑ کر ہوئی، اب معاملہ روہ جاتا ہے اس احمق آدمی کا۔“ کہ وہ بھی آپ کی کا آدمی ہے۔“

” ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“
 ”تو یہ آئے کس خاندان میں فٹ کروں۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے آپ مجھے یہ باور کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے کہ وہ اس آدمی کا لارڈ ہونے کا سبب ہے جس نے سوئس کو اٹھالے جانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ سب کچھ جھوٹ تھا۔“

”جی ہاں۔ اب میں کیا عرض کروں۔“

”تو چہ وہ کون ہے۔“

”خدا ہی جانے... اتھ جاتا تو تیا جلتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ قاتل ہے۔ اور میرے مجھے کیوں لگ گیا ہے۔ میں نہیں جانتا۔“

”تو ذرا کے کلچر کا قاتل بھی...؟“

”جی ہاں۔ اور کیا؟“

”تو ذرا سے آپ کا کیا تعلق تھا...“

”مجھ سے؟“ وہ چونک کر بولا: ”کچھ بھی نہیں! میں نے اسے آپ ہی کے ساتھ دیکھا تھا۔“

”لیکن اس کا مندرجہ آرٹ جیفری میں ماروا لا گیا۔ اور وہ اس وقت وہیں موجود تھی اور اس سے علم ہی غم کہنے والا اس کا مندرجہ تھا!“

”اور مجھے اس معاملے پر تو بڑی روشنی ڈال سکے گا جو میرے آفس کے ریزوں سے آپ دونوں کو اُدھر ہوئی میں نے کیا تھا۔ ممکن ہے اس کے بعد اس نے

مجھے یہ نہیں بتایا کہ اس کتاب کی اہمیت ہے۔“

”اس کتاب کی اہمیت ہے سوئس! وہ غلطی نے اپنی آواز میں پوچھا!
 ”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ یہ ادارہ اپنی کتابوں کی جلدوں پر زبر بھی ڈالتا ہے۔ تمہارے ڈیڑی نے جو جلد خریدی تھی اس کا میرا ایک تھا اور ساری دہائییں یہ فخر صرف میرے ڈیڑی کو حاصل ہے کہ ان کی لائبریری میں اس ادارے کی شاخ کرو۔ یہ کتاب کی پہلی جلد موجود ہے... میرے ڈیڑی کی فرائض کی ایک بڑی شخصیت ہیں! اگر کسی کتاب کی پہلی جلد ان کے ہاتھ نہیں ملتی تو وہ اس کے لیے دینا کا گوشہ گوشہ چھننا ڈالتے ہیں...“

”تب تو تم سے بڑی غلطی سرزد ہوئی خواہ خواہ اتنا کھڑا کیا۔ اگر تم میرے ڈیڑی سے اس کے حصوں کے لیے درخواست کرتے تو وہ بڑی خوشی سے سمجھتے تمہارے ڈیڑی کی خدمت میں پیش کر دیتے۔“

”ناممکن وہ اپنی خریدی ہوئی کتابیں دیکھوں کہ نذر کر دیتے ہیں لیکن کسی آدمی کو ہرگز نہیں دیتے۔ میں نے اس کے بارے میں یہی سنا ہے۔“

”اب اتنے سخت میں نہیں بلکہ ان کو کتابیں ہیں ہلکا فالتو چیزوں کے ساتھ موجود ہیں۔ ان میں سے بہتری خود میں نے اپنی سببیوں میں تقسیم کی ہیں۔“

”نہیں...!“ سوئس اُچھل پڑیں۔

”ضروری نہیں کہ وہ کتاب بھی انہیں میں شامل ہو۔ تم اپنی تلاش جاری رکھو۔ خواہ خواہ تم لوگوں نے تکلیف اٹھائی۔ اگر تم مجھ سے دوستی کر رہی اور وہ کتاب مانگتیں تو میں اسے تلاش کر کے تمہارے حواسے کر دیتی۔“

”تب تو بڑی غلطی ہوئی مجھ کو۔“ سہرا ب طویل سانس سے بولا۔

”جیہاں اطمینان سے تلاش کرو۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے...“

نویزہ کو بھی ختم کر دیا ہو۔“

”آخر کیوں؟“

”یہ تو میری کتاب کے کاغذ پر ہے۔“

”لفٹنگ اسٹیشن ہی میں ہوتی رہی تھی۔ دفعۃً نوینسا ہاتھ ٹھاکر کر۔“ یہ

سمجھ گئی۔

”وہ بھی اسی کتاب کے حصول کے پیکر میں معلوم ہوتا ہے کسی دن اسے اس کی اہمیت کا علم ہو گیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میرے ڈیڑی ایسی کتاب کے لیے بہت بڑی قیمتیں ادا کر دیتے ہیں۔“

”کیا تمہارے ڈیڑی نے کسی چیز پر اس بھی نگاہ کی ہے؟“

”اوہ یہ بات نہیں! وہ جس کو بولی ”میرے ڈیڑی“ اتنے دو گند میں کہ تم تو بھی نہیں کر سکتی۔۔۔ ہیں لا تو امی شہرت کے مالک ہیں؟“

”سیچے بھی ان کا نام تھا تو تمہارے ہی بھی سنا ہو۔“

”موسیو گنٹا اور فلاں۔“

”اوہ... وہ مشہور صنعت کار جس نے کچھ سال ٹیکسیر کا نویرڈ پر ڈھاکہ پونڈ میں خرید لیا تھا۔“

”جی۔۔۔ جی۔۔۔ تمہاری معلومات خاصی وسیع ہیں!“

”کاش وہ کتاب مل جائے۔ مجھے بھد خوشی ہوگی۔ اور سڑ سہر ب آپ یہ نوٹوں کی گڑی اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیجئے!“

”وہ میں نہیں سمجھا۔“

”جی وہ کتاب فروخت نہیں کروں گی۔ اس کی حیثیت مجھے کسی ہوگی۔“

”مجھے کسی امید تھی۔ آپ کے خاندان کی اصل طرف تو جلال آباد میں طرف انش کی حیثیت رکھتی ہے۔“

”اوہ۔۔۔ دفعۃً انہوں نے نوینسا کی تحریک آزادی اور چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔“

نوینسا کے ہاتھوں میں اب کتاب تھی۔ جسے وہ حیرت اور خوشی کے ساتھ تائید کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

”میں تھی!“ سہرا ب انھیں انصاف سے ادا نہیں کر سکتا۔

”یقیناً مل گئی ہے۔“ نوینسا نے کہا۔ ”اب جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔“ وہ زبوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ عقب سے آواز آئی۔

”لیکن اس بھل کو کس پر چھوڑے جا رہے ہو!“

”وہ تینوں ہی بوکھلا کر مڑے تھے۔“

ساتھ سے عمران کھڑے لڑکایا۔ جسے پر وہی ازلی اعتقاد تھا۔

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب جینوں کی ذرا رنگ کے

سلے میں بھی کچھ مدد دے سکے گی یا نہیں۔“

ایسا گفت تھا جیسے وہ کسی دوا پرست برآمد ہو۔ جس نے تہ خانے کے راستے کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور بدلتا۔

”تھت قم۔۔۔ لگ۔۔۔ کیسے۔۔۔“ وہ ہلکا کر رہ گئی۔

”ایک راستہ ایسا بھی ہے جس کا علم تمام ر د ہاں کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔۔۔ اسے میری دینا فتنہ تھو۔“

”تو تم نے ہماری ساری گفتگوں لے لے۔۔۔“

”بالکل سُن لے۔۔۔ کیوں کہ میں اس مہر کے نیچے آرام کر رہا تھا۔ عمران نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔“

اجانک سہرا ب نے دیوار نکال دیا۔ اور عمران کے دل کا نشانہ بننے پہنچا

لہذا میں نہیں جانتا کہ یہ خانے میں داخل ہوئے گا وہ راستہ دوا جہان کے علاوہ اور کسی کے جس علم میں بھی تھا۔“

"خُن - نہیں!" شہلی بوکھلا کر بولی یہ پلیز - رہو اور جیب میں رکھ لیجئے۔"

پھر عمران سے کہہ دیں یہ کتاب ان لوگوں کو اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔ لہذا کسی کو بھی اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

"لیکن آپ مجھے بھی پھیلپوں کی اعراض مثل مثل سے دلچسپی ہو رہی ہے۔ عرض نے کس صندری پنپتے کے سے اعزاز میں کہا۔"

"بہر حال میں بات نہیں بڑھانا چاہتی۔"

"بات تو بڑھنے کی عزت نہ" سہراب نے کہا یہ وعدہ آموں کا تاق ہے۔

"نہیں صرف ایک کا وہ جس نے مجھ پر جان سے حکم کیا تھا۔ اگر میں جلدی میں نہ ہوتا تو تینوں ہی مارے جاتے۔"

"بتاؤ۔۔۔ فزنیہ کہاں ہے؟" سہراب نے رپو اور کو جنیش دے کر پوچھا۔

"اُس کی بات بعد میں کرنا چاہیے سادہ جمالی کی خیریت دریافت کرو جس نے مجھے مار دیتے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"وہ تہا سے خلاف بہترین گواہ ثابت ہو گا؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔"

"اُس کی رسید سے تمہیں مطلب کر رہا ہوں۔ یہ بکواس نہیں ہے۔"

"یعنی وہ تہا سے قہقہے میں ہے؟"

"ہاں شاید میری بات کا کسی مطلب ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں یقین نہیں کر سکتا۔ تم تلف کر رہے ہو۔۔۔" سہراب نے کہا۔

اور عمران کے کچھ بولنے سے قبل ہی شہلی بول پڑی یہ تم دونوں کو اس طرح ایجن کر رہے ہو جیسے ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو!"

"خاموش رہو!" سہراب شہلی پر امٹ پڑا۔

"اے مسٹر!" عمران نے پھلا کر بولا! تم میری موجودگی میں کسی خاتون کی نشان میں گستاخی نہیں کر سکتے!"

"سہراب نے اُس پر فائر جھونک مارا۔ لیکن وہ اس کی طرف سے فائل تو نہیں تھا۔ اس دوران میں اس کی نگاہ شہلی پر لگی ہوئی انگلی کی طرف تھی۔ وہ پھر تلے سے اپنی جاکٹ کھسکا گیا سہراب نے ہار خالی جاتے دیکھا تو دلش میں مسلسل فائر ہی کرتا چلا گیا۔"

لیکن شہلی کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ ایسی اچھل کود سے کب نہایت پڑا ہو گا۔ فائرنگ کے دوران میں اسے ایسا ہی محسوس ہوتا رہا تھا جیسے کڑن آدمی نہیں ہدر ہو۔

اور پھر جیسے فائرنگ کے بعد اس نے سہراب پر پھلا لگ لگا دی تھی۔

دونوں ایک دھت فریٹ پر ڈھیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو اس طرح جکڑ لیا جیسے دو تکیے آپس میں گھم گھم ہو گئے۔ ہوں۔

ادھر ٹیسا کے گریبان سے ایک پستول برآمد ہوا اور شہلی کی کمر سے جا لگا۔

"کک... کیا مطلب...!" وہ ہکلائی۔

"چرخانے کا راستہ کھو پور نہ بے دریغ فائر کر دوں گی!" وہ سفاکانہ بے میں بولی۔

"جنم میں جاؤ...!" کہہ کر شہلی نے زیریں کی طرف قدم بڑھا دیا اور شہلی پر بھی کھسکا جس پر ہار ڈالا جو راستہ بند کرنے والے جسے کے مقابل تھا۔

پھر سسر سرائیٹ کے ساتھ راستہ کھلی گیا اور ٹیسا زینوں پر چڑھتی چلی گئی۔

”قت... تم...!“ وہ ہنسنے لگا کہ تو نے مفروضوں سے کبھی ہونی بھلائی۔
 ”اے مگران مسکرا کر بولا میں کوئی چور یا آچکا نہیں ہوں... دل چاہے تو
 اپنے رشتے کے خاوند سیکرٹری صاحب کو زون کے معلوم کر دو۔“
 وہ جھومتا ہوا سہراب کی طرف بڑھا اور اسے زرخ پر اوندھا کر کے اسی
 کے دونوں ہاتھ میٹھ پر لایا اور ہنسنے لگا ڈال دیں۔
 ”خدا کے لیے تم مجھے اپنا بازو دیکھنے دو۔ شاید زخم کو بگاڑ دیا ہے تم نے۔“
 شعل اس کا دھنا لہو پکڑ کر بولی۔
 ”جو تو فی کا بیٹا ہے مت کر دو۔ چلو میرے ساتھ...!“
 ”کہاں چلوں...“
 ”اگر میر... وہ کتاب...!“
 ”میں نے دیکھا تھا۔ فضول سی کتاب تھی۔ اگر اس کی کوئی اہمیت ہوتی تو
 یہاں کیوں ڈال دی جاتی؟“ شعل نے کہا۔
 لیکن عمران غلبت میں اسے اوپر لیٹھنے لے گیا۔ سب سے پہلے وہ اپنی فرنگیہ
 میں بیٹھی۔ یہاں سناٹا تھا۔ عمارت کا چہرہ جیت جھان مارا گیا لیکن ریشیا کہیں ذیل
 آخر وہ پھر فلک مار کر لاہوری میں جا بیٹھے... اور عمران نے کہا ”تو نے میری
 ہی حفاظت میں ہے۔ اگر میں اسے نہ لے جاتا تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو اس
 کے حکیم کا ہوا تھا۔“
 ”آخر کیوں؟“

”پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ نشے کی عادی تھی۔ غالباً اسی عادت کی بنا پر
 سہراب کے پتے پڑھیں ہوگی۔ اس کا منشیات کا کاغذ ہار بھی ہے۔ حکیم اس
 لیے مارا گیا تھا کہ وہ تو نے اس کے سلیٹھ میں جھان بین کر رہا تھا... سہراب فون پر
 بھی اسی لیے مار دیتا کہ حکیم کی موت کے بعد وہ لازمی طور پر اس کے ہاتھ سے

نکل جاتی اور یہ چیز سہراب کے لیے خطرناک ثابت ہوتی۔ بہر حال اسے ہمارے
 متعلق ساری معلومات فون پر سے حاصل ہوتی تھیں... حافظے پر زور دے کر بتاؤ
 یہ کبھی تم نے اس سے ترخانے کا بھی ذکر کیا تھا؟

”شاید کیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ خاتو چیزیں دلوں پہنچا دی جاتی ہیں۔
 لیکن راستے کا اُسے علم نہیں تھا۔ اُس نے مجھ سے بھی یہ نہیں کہا کہ میں اسے
 ترخانہ بھی دکھاؤں۔ ارے ہاں وہ دادا جان والا راستہ...!“

”تمہیں کیوں بتاؤں... اگر وہ تم لوگوں کو تانا سچا پتے تو تباہی نہ دیتے
 بہر حال وہ یہی ان کے کمرے سے ترخانے تک جاتا ہے۔ میں نے اسی رات
 اس کا پتہ لگایا تھا۔ جب تمہاری لاطمی میں رات یہاں ٹھہرا تھا۔ اور اس رات
 میں سہراب کو کچا دے کر ترخانے میں آکر گیا تھا۔ وہ مجھے اوپر ہی تلاش کرتا
 رہ گیا۔ خیر... اب میں چلا۔“

”کہاں چلے۔ وہ ترخانے میں پڑا ہوا ہے!“
 ”پڑا رہنے دو۔ لیکن اُسے کھلاتے پلاتے رہنا تمہاری ذمہ داری ہوگی
 “تاؤ ٹیکہ ہمارے ڈیڑی یہاں بیٹھ جائیں۔“
 ”نہن... نہیں۔“ وہ بوکھلا گئی۔

”یہ بے حد ضروری ہے۔ سہراب کو پریس کی تحریل میں دینے سے قبل
 یہ بے حد ضروری ہے!“

”آخر کیوں؟“
 ”شاید تمہارے ڈیڑی کو بھی اس کتاب کی اہمیت کا علم نہیں۔ میں ان
 کی موجودگی میں ہی سہراب سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا
 ہوں۔ ابھی کچھ نہیں پوچھوں گا۔“

”تم نے مجھے دوسری دشواریوں میں ڈال دیا۔“

”کوئی دشواری نہیں ہے! میں انہیں ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ تم گھوڑوں کی عدم موجودگی میں لوگوں کو چھوڑتی پھرتی ہو۔“
 ”پلیز۔ اس کا حوالہ مت دو۔ میں تبدل سے ذرا کچل ہوں۔ لیکن مجھ کو میں نے کہا تھا مجھے اپنا زخم دکھاؤ۔ پھر سے ڈریسنگ کروں گی۔“

”ارے یاں...!“ عمران اس طرح چونکا جیسے اسے بھول ہی گیا ہو۔
 ”کوٹ اتار کر قمیض کی آستین چڑھاؤ۔ پوری بینڈیج خون سے تر ہو گئی تھی۔“

”مجھو...! میں نیچے سے فرسٹ ایڈ کیس لے آؤں۔“ شیل اُٹھتی ہوئی بولی۔
 راست اختتام کو پہنچنے والی تھی۔ لیکن شیل کی آنکھوں میں تھکاوٹ کا دور دورہ ٹپک پتا نہیں تھا۔ فرسٹ ایڈ کیس لے کر حلیہ ہی لاٹری میں پہنچ گئی اور ڈریسنگ کرنے کے دوران میں اس کتاب کا ذکر پھر سے چھوڑ گیا۔

”اس کی تلاش کی ابتداء تمہارے ڈیڑی کے چنگے ہی سے ہوئی تھی... راتوں کو لوگ ان کے چنگے میں داخل ہو کر کچھ تلاش کرتے ایک رات انہیں بھی علم ہو گیا۔ لیکن تلاش کرنے والا نکل جاتا۔ انہوں نے اس کی رپورٹ سرسطان کو دی۔ لیکن تمہارے ڈیڑی کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ تلاش کی جانے والی چیز کیا تھی۔ بہر حال ایک بار اس شخص کو چیک کر دیا گیا۔ لیکن پکڑا نہیں گیا۔ بلکہ اس کی نگرانی شروع کر دی گئی۔ اور اسی نگرانی کے دوران میں معلوم ہوا کہ اس کا تعلق سہراب سے ہے۔ یہاں سہراب آرٹ گیلری سمجائے بیٹھا تھا۔ پھر کچھ جواںماتہاے علم میں ہے!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخروہ کتاب...!“

”ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے پیچھے اہم ہو۔“

”چھیلوں کی انزائش نسل کے طریقے۔ ممکن ہے۔ ویسا کا بیان اسی بارے میں صحیح ہو۔“

”شیل صاحبہ...! یہ غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹوں کا چکر ہے۔“

”نہیں۔!“ شیل نے میجر رائنہ انداز میں اپنے ہاتھ دھکی لیے۔

”یہی بات ہے۔ اور تم اس سلسلے میں اپنی زبان ہانکل بند رکھو گ۔ اپنے ڈیڑی سے بھی اس سلسلے میں اجکان بنی رہنا۔“

”صرف اسی شرط پر میں تمہاری بات مانوں گی کہ اس ایڈوچر میں مجھے بھی شریک رکھو گے۔!“

”ابھی جی نہیں بھرا ایڈوچر ہے...“

وہ اسے اٹھو مار کر مسکرائی اور سر کو کافی جنبش دے کر رہ گئی۔

ختم شد

